سلسلہ عالیہ احمدیہ کا سب سے پہلا اور مشہور اخبار

جو حضرت خلیفۃ المسیح المیر المومنین سیدنا نور الدین رضی اللہ عنہ خلیفہ اول کی تحریک و ارشاد پر حضرت اولوالعزم صاحبزادہ حضرت میرزا بشیر الدین محمود احمد فضل عمر مصلح موعود خلیفہ ثانی کی سرپرستی میں زندہ ہوا۔

رجسٹرڈ نمبر ۱

شرح قیمت جو پیشگی لیجائیگی عوام سے صہ خواص سے عہ ہندوستان سے باہر غیر مذاہب اور غیر مستطیع احباب سے (سے ۱۲)

إِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوا مَا بِأَنْفُسِهِمْ ط

بیشک خدا کسی قوم کی حالت نہیں بدلتا جبتک کہ وہ قوم اپنی حالت کو بدلے۔

بیا در بزم مستاں تا ببینی عالمی دیگر

Digitized by Khilafat Library

بہشتی دیگر و ابلیس دیگر آدمے دیگر

قادیان دارالامان کے کارخانہ انوار احمدیہ سے ہر ۲۱ و ۲۸ تاریخ کو شائع ہوتا ہے۔

ایڈیٹر شیخ یعقوب علی تراب احمدی

چہ گویم باتو گر آئی بہار قادیان بینی ! | دوا بینی شفا بینی غرض دار الاماں بینی !

جلد (۱۹) | مؤرخہ ۷ و ۱۴ - جنوری ۱۹۱۵ء | نمبر (۱-۲)

کچھ اپنی نسبت

بمیرد ہر کہ او بے حاصلے کیں رنج را نہ خورد ٭ کہ مشقت آں خورد ہر گز نتواں آدمی

الحکم کی حالت ایک پرزو سپاہی کی سی ہو گئی ہے۔ جب ضرورت ہوتی ہے وہ مرد میدان بنکر خدمت قوم کیلئے سامنے آجاتا ہے ۱۸۹۷ء میں جب الحکم جاری کیا گیا ہے میرے وہم و گمان میں بھی یہ امر نہ تھا کہ الحکم کے ذریعہ قوم میں اس حد تک اخبار بینی کا مذاق پیدا ہو جائیگا کہ ایک محدود حلقہ کے اندر ایک ہی جگہ سے متعدد اخبار جاری ہو سکیں گے اور مختلف مقامات سے مزید اخبارات کے اجرا کی کوششیں ہونگی بہر حال خدا تعالےٰ کے فضل اور تائید سے اٹھارہ سال کا زمانہ گذر گیا اور جس مقصد و نصب العین کو لیکر الحکم پیدا ہوا تھا اس میں پوری کامیابی ہوئی الحمد للہ علےٰ ذالک۔

دنیا میں ہر اصلاح کا کام مشکلات اور روکوں کے اندر سے گذرتا ہے الحکم اس کلیہ سے باہر نہیں رہ سکتا۔ مختلف اوقات میں مختلف قسم کی مشکلات اسکے سامنے آئیں مگر اللہ تعالےٰ کے فضل نے ان مشکلات میں اس کا قدم آگے ہی بڑھایا۔ اور وہ پیچھے نہیں ہٹا۔ الحکم کی ابتدائی زندگی سلسلہ کے معاندین اور مخالفین کے مقابلہ میں گذری اور جس خوبی اور کامیابی کیساتھ وہ اس میدان میں آگے بڑھا وہ ایسی بات نہیں جس سے دوست و دشمن آشنا نہ ہوں۔ لیکن جب سلسلہ کی ترقیات کا دور آیا اور سلسلہ کے کاموں میں ایک نظام اور ترتیب پیدا ہوئی مختلف انسٹیٹوشنز اسمیں قایم ہو گئیں تو الحکم کا کام نرا مخالفین کے حملوں کا دفاع اور ذب ہی نہ تھا۔ بلکہ قومی اغراض و مقاصد کی حمایت کے ساتھ ان میں اصولی پابندی اور قومی ضرورتوں کے متعلق صحیح اور درست راستہ کام کرنے کا دکھانا تھا۔ اس موقعہ پر الحکم کا فرض پہلے سے زیادہ نازک اور مشکل ہو گیا۔ کیونکہ جب وہ اصلاح طلب امور پر اپنی آزادانہ رائے پیش کرتا تو بعض لوگ اسے برا مناتے اور اسے قومی تضحیک کا ذریعہ قرار دیتے مگر اس قسم کی مشکلات اور خلاف آوازوں میں بھی الحکم جس اصول کو لیکر جاری ہوا تھا اس نے اپنی آواز کو دھیما نہیں کیا۔ اس کا لازمی نتیجہ یہ ہونا چاہیئے تھا کہ الحکم اپنے دوستوں میں سے بعض کو جو حب جاہ اور امتیاز کے گرویدہ تھے اپنا دشمن بنا لیتا۔ چنانچہ ایسا ہوا۔ اور وہی الحکم جو ستارہ درخشان میل تھا۔ بدنما میں قرار دیا گیا وہ حظ طالب میرے سلسلہ کے کاموں کے واحد ٹھیکہ دارون نے اپنی راؤں کے خلاف آواز اٹھانیوالے کو بدنام کرنیکے لئے اس قسم کی تحریریں کیں مگر میرا حوصلہ ان آوازوں اور تحریروں سے بھی پست نہیں ہوا۔ میں ایک مقصد لیکر نکلا تھا اور وہ نصب العین میرے سامنے رہتا تھا۔ میں چاہتا تھا کہ قوم میں صحیح رائے پیدا کرنے کا مذاق پھیلاؤں خدا کا بے انتہا شکر ہے کہ قوم کیلئے صبح کا م کنند قوم اس طبقہ پاس موجود ہیں جنہیں

میں آج اپنے مقصد میں کامیاب ہوں

احمق اور نادان زر پرست الحکم کی کامیابی کا معیار چاندی اور سونے کے سکوں سے کرتا ہے مگر ایڈیٹر الحکم اپنی کامیابی کو اس روح سے دیکھتا ہے جو وہ آج قوم میں نفخ شدہ پاتا ہے۔ ان نادانوں نے جو دنیا کی سنہری اور روپہری تجویزوں میں کامیابی کو دیکھا کرتے ہیں اور جنکی نظر ان ذخارف سے آگے نہ جاتی تھی اپنی اندرونی

انوار احمدیہ پریس قادیان میں باہتمام شیخ یعقوب علی تراب مالک ایڈیٹر پرنٹر و پبلشر چھپکر شائع ہوا۔

اور گہری سازشوں کے ذریعہ الحکم کو مالی نقصان پہونچا کر اس کے ایڈیٹر کو دولت کے خزانے دکھائے جیسے شیطان نے مسیح کو دکھائے تھے مگر خدا کا فضل اسکا دستگیر ہوا اور وہ

اس امتحان میں پاس ہوگیا۔

اس قسم کی اور سنہری تجویزوں نے اسکو ضمیر فروش نہیں بننے دیا۔ اور قوم کو ٹوپیٹروں کے ہاتھ میں بکنے سے بچانیکی کوشش کی۔ الحمد للہ علیٰ ذلک۔

میں چاہتا ہوں کہ میرے دوست نہیں نہیں میرے برادران طریقت گذشتہ چھ سال کے الحکم کے فائل پڑھیں۔ انہیں معلوم ہوگا کہ الحکم کن خطرناک گھاٹیوں میں سے گذرا ہے اور پھر اپنے دامن کو سلامت لیکر جن بھول بھلیوں میں قوم کو خضر بنکر گمراہ کرنے والی ہستیاں لے جانا چاہتی تھیں۔ ہر مدعی نبوت و ماموریت کہو لکر جس شخصیت نے قوم کو یا اُن کے خطرہ سے آگاہ کیا

وہ الحکم ہی کی ہستی تھی!

مجھے اپنے اس دعویٰ کے ثبوت میں آج دلایل پیش کرنیکی ضرورت نہیں۔ میں جیسا ان بزرگوں اور دوستوں کو اپنے گرد و پیش محبت اور تکریم سے ملی ہوئی ندامت کیساتھ دیکھتا ہوں۔ جنکو الحکم کے متعلق گمراہ کیا گیا تھا۔ اور وہ میرے پاس آکر عذر خواہ ہوتے ہیں تو

بے اختیار خدا تعالےٰ کے حضور میرا سر جھک جاتا ہے

کیونکہ میں دیکھتا ہوں کہ آج وہ دن ہے کہ حق کھلگیا اور حقیقت بے نقاب ہوگئی۔ اور باطل اپنی نحوستوں کو لیکر بھاگ گیا وہ جو اپنی خدمات اپنی معتمدی اپنی وجاہت اپنے علم و رسوخ پر ناز کرتے ہوئے الحکم کی مالی کمزوری سے ناجائز فائدہ اٹھانا چاہتے تھے۔ اور قوم کو مرکز سے ہٹاکر ایک تاریک گڑھے میں گرا دینے کے منصوبے کرتے تھے۔ اپنی ناکامی اور نامرادی پر روتے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ جس شخصیت کو انہوں نے خطرناک سمجھا تھا اور جن مضامین کو وہ زہر سمجھتے تھے۔ وہی شخصیت ان کے لئے تو بیشک خطرناک ثابت ہوئی کہ انہیں نامراد رکھنے میں خدا تعالےٰ نے اس کو بھی حصہ دیا۔ مگر حقیقت میں وہ خطرناک نہ تھی بلکہ بہترین دوست تھی اور انہیں مضامین نے قوم کی آنکھوں پر سے پٹی اٹھادی۔ پس میرے دوستو۔ اٹھو خدا کا شکر ہے کہ میں آج اپنے فرض سے گو نسبکدوش ہوگیا اور اس

ایک کامیاب سپاہی کیطرح میدان میں آتا ہوں!

مجھے جو کچھ نامرادوں کا گروہ کہے میں انہیں معذور سمجھتا ہوں۔ اور نہ میں پسند کرتا ہوں کہ اس کامیابی کی حالت میں انکی لغویات پر نوٹس لوں۔ بلکہ میرا کام اس وقت بھی وہی ہے کہ قوم کو اُن کے مغالطوں اور منصوبوں سے آگاہ کرتا رہوں۔ حضرت نوح علیہ السلام کی قوم میں جو بت تھے وہ بعد میں خیالی ہستیاں قرار دی گئی ہوں۔ مگر ابتداً وہ قوم کے اہل الرائے اور وہ مدبر تھے جو اپنی رائے اور تدبیر پر ناز کرتے تھے اسی طرح آج جبکہ ایک نوح آیا۔ بعض ہستیاں قوم میں پیدا ہونے کی کوشش کرتی تھیں کہ شیاع اور لیوق کی جگہ حاصل کریں۔ مگر خدا تعالےٰ کے فضل سے ایک بت شکن قوم کے سامنے اب اس قسم کی ہستیاں اپنی پرستش نہیں کرا سکتیں ہیں۔ اس زمانہ کے نوح علیہ السلام نے مسیح ابن مریم کے بت کو توڑ ڈالا۔ اور تمام قوموں میں توحید کا پیام پہونچا دیا۔ تو ناممکن تھا کہ اس قسم کے بت اسکے سلسلہ میں پیدا ہو سکتے غرض الحکم جس مقصد کو لیکر جاری ہوا تھا وہ مقاصد اس کے پہلے پرچہ میں درج ہیں۔ ان اصولوں کی بنا پر آزادی اور نیک نیتی سے قوم کو جن خطرناک ہستیوں سے آگاہ کیا تھا خدا کا فضل ہے آج قوم نے ان خطرناک ہستیوں کو خود مشاہدہ کر لیا ہے۔ یہ سچ ہے اور بالکل درست ہے کہ الحکم کی مالی حالت پچھلے چند سالوں سے درست نہیں رہی۔ مگر اس کی اسے پروا نہیں۔ اسلئے کہ وہ روپیہ کی ایک کل نہ تھا۔ جنہوں نے ایسا سمجھا تھا۔ ان میں سے اکثروں نے اب دیکھ لیا ہے کہ یہ خیال باطل تھا۔ مختلف اخبارات کی اجرائے جو سلسلہ کے اندر مختلف مقامات اور ہاتھوں میں جاری ہوئے یہ عقدہ کھول دیا ہے کہ اخبارات آمدنی کا ذریعہ نہیں ہو سکتے۔ خصوصاً احمدی اخبارات۔ کسی ایک اخبار کا نام لو جو آمدنی کا آلہ بن گیا ہو یہانتک کہ وہ جو مجھے اخبار کے ذریعہ قوم کا روپیہ کھانیوالا کہتے تھے۔ آپ ایسی مصیبت کے نیچے پھنسے ہوئے ہیں اور مالی معاملات میں جو روز بد وہ دیکھیں گے وہ انشاء اللہ آئندہ چلکر خود معلوم ہو جائیگا۔ الحکم آئینہ رسوخ۔ اور تمول بھی اخبار کو مالی آمدنی کا ذریعہ نہیں بنا سکا۔ باوجودیکہ ایسے وقت اور ایسے حالات میں انہوں نے اخبار جاری کیا تھا کہ وہ قوم پر اپنا اثر ڈال سکتے تھے اور سلسلہ کا وحید پرچہ الحکم اپنے مالی مشکلات میں مبتلا تھا۔ اور قوم کو اس سے بدظن کرنیکی پوری کوشش کی جا چکی تھی۔ آج قوم کو الحکم کے ساتھ مقابلہ کرنے کا خوب موقعہ مل سکتا ہے (الفضل کو مستثنےٰ کر کے کیونکہ خدا کے فضل کا ایک نشان ہے) جسقدر اخبارات جاری ہوئے انمیں کسی پہلو میں مقابلہ کرو۔ انشاء اللہ الحکم کا نمبر بڑھا ہوا رہیگا۔ الحکم نے جو بڑا کام کیا ہے اور جن حالات کے اندر کیا ہے وہ قوم میں صحیح اخلاق پیدا کرنا ہے۔ مجھے اعتراف ہے اور صدق دل سے اعتراف ہے کہ یہ اسکی کوئی خوبی نہیں۔ خدا تعالےٰ نے اپنے فضل سے اسے ایک ذریعہ قرار دیا۔

نامراد اور ناکام دشمن! حق پوشی کا عادی ہونیکی وجہ سے

الحکم پر مختلف قسم کے الزام لگانیکی ناکام کوشش کرتا ہے۔ مگر گذشتہ سالانہ جلسہ پر حضرت خلیفۃ المسیح کا اپنے بے ریا خادم کے متعلق حوصلہ افزا الفاظ میں الحکم کی نسبت ہمارا دوست اور ابتک دوست سلسلے کے اول الخادمین کہنا اور خود اسکے اپیل کرنا چھوٹی سی بات نہیں۔ اور اپنی زندگی کی آخری گھڑیوں میں اسے خلیفہ ثانی کے سپرد کرنا معمولی امر نہیں ہو سکتا۔ یہ بڑی زبردست بڑے مالدار اور اہل الرائے اور بڑے بڑے کاموں کے مدعی موجود تھے۔ ان میں سے کسی کے ہاتھ میں الحکم کی امانت کو سپرد نہیں کیا۔

غرض یہ داستان طویل ہے۔ میں مختصراً یہ کہنا چاہتا ہوں۔ کہ واقعات نے آج الحکم کو عظیم الشان فتح دی ہے۔ ہر چند دوسرے اخبارات کی موجودگی میں اسکی ضرورت نہ ہو۔ لیکن حضرت خلیفۃ اول نے خلیفہ ثانی کے ہاتھ پر اسکے احیاء اور اجرا کی امانت ایسے حالات اور وقت میں دی۔ جبکہ آپکی زندگی اس دنیا میں اپنی آخری گھڑیوں کیطرف آرہی تھی۔ اسلئے میں اپنی زندگی بھر اس کو زندہ رکھنے کی ممکن کوشش کرونگا۔ اور جسکے ہاتھ میں یہ امانت دی گئی ہے وہ ایک زندگی کی روح رکھنے والی ہستی ہے اور اس کے متعلق خدا کے کلام میں ہے کہ وہ

اپنے مسیحی نفس سے بہتوں کو زندہ کریگا

اسلئے میں ایک لحظہ کیلئے بھی بدگمان نہیں کہ الحکم مرجائیگا۔ جیسا کہ نامراد دشمن آرزو کرتا ہے بلکہ ضروری موقعہ پر وہ دشمن کا سر کچلنے کو انشاء اللہ صف اوّل میں کھڑا ہوگا۔

حق پوش منکرین خلافت کا فتنہ مختلف رنگوں میں اپنا سر نکالتا رہا۔ اور اب صرف اس کا ایک ہی حربہ بظاہر باقی تھا اس میں انہیں پوری ناکامی ہو چکی ہے۔ لیکن ایک گوسالہ سامری ابھی پیش کیا جاتا ہے۔ اور ان کو وہم سا ہوتا ہے کہ اسکی مکروہ آواز شاید کسی بدنصیب کی دلچسپی کا موجب ہو سکے۔ اسلئے جیسے کہ میں بیان کر چکا ہوں کہ الحکم کی پوزیشن ایک ریزرو سپاہی کی سی ہے اس موقعہ پر الحکم اپنا فرض سمجھتا ہے کہ قوم کو اس گوسالہ سامری کی مکروہ آواز سے آگاہ کر دے۔

الحکم شاید ابھی اشاعت پذیر نہ ہوتا۔ لیکن دلایت کی ایک مؤثر اور مشہور علمی سوسائٹی نے جسکے سرپرست ہمارے شہنشاہ ہیں۔ (خدا شہنشاہ ہند کی عمر دراز کرے اور برطانیہ کو اسکے دشمنوں پر پرشوکت فتح عطا کرے آمین) اپنی ایک چٹھی کے ذریعہ سے مجھے تحریک کی کہ میں بحیثیت اخبار نویس اس وقت اپنے قومی اور ملکی فرض کو ادا کروں الحکم سوسائٹی مذکور کا شکر گذار ہے اور ہمارے غیر ذمہ دار نامراد دشمنوں کو یہ دیکھکر ضرور حیرت ہوگی کہ الحکم کا نام ولایت میں بھی زندہ ہے بہرحال میں خدا کا شکر کرتا ہوا پھر قوم کی خدمت کی توفیق پاتا ہوں وباللہ التوفیق (خاکسار یعقوب علی ایڈیٹر الحکم قادیان)

لو ایں خامہ و لفظ است خنجر و میداں آدم اللہ اکبر

سالانہ جلسہ پر کچھ خیالات

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ امسال خصوصًا سالانہ جلسہ انہیں اغراض اور مقاصد کے ماتحت ہوا جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس جلسہ کیلئے مقرر کئے تھے۔ خلافت ثانی کے عہد کا یہ پہلا جلسہ تھا الحکم میں چند ماہ پیشتر اس جلسہ کی اہمیت اور کامیابی کے لئے تحریک کیگئی تھی۔ اور یہ تحریک ایسے وقت ہوئی تھی۔ جبکہ منکرین خلافت پورے زور اور طاقت کیساتھ سلسلہ کو منتشر کرنے کی فکر میں تھے۔ اسکے بعد الحکم کی اشاعت بعض وجوہ سے معرض التوا میں رہی اور جلسہ کے متعلق کوئی تحریک نہیں ہو سکی۔ دوسری طرف منکرین خلافت نے لاہوری انجمن کیطرف سے لاہور میں ایک جلسہ کا اعلان کیا اور اس کو کامیاب بنانے کے واسطے ہر قسم کی ممکن تجاویز دماغ میں لیں۔ اور اسی موقعہ کیلئے لنڈن سے چلکر خواجہ صاحب بھی اواخر نومبر میں لاہور پہنچ گئے۔ منکرین خلافت کو اپنی عجوبہ نمائی اور لنڈنی زایرکی شخصیت پر اعتماد تھا۔ کہ لوگ ضرور کثرت سے جمع ہو جاوینگے خواجہ صاحب کو اپنی شخصیت کا غلط اندازہ بمبئی اور لاہور کے استقبال کو دیکھکر نہیں ہونا چاہیئے تھا۔ مگر انہوں نے بھی غلط قیاس کیا اور لوگوں کو دعوتی خطوط اور اخبار کے ذریعہ ہر طرح بلانے کی کوشش کی اور جلسہ کے پروگرام کو ایسا دلچسپ بنانے کا انتظام کیا کہ اگر احمدی نہیں تو کم از کم سلسلہ عالیہ احمدیہ کے دشمن تو سلسلہ کے اندرونی اختلافات کے اسرار سننے کو جمع ہو جائیں گے۔ لیکن خدا تعالےٰ نے اپنی قدرت کا جو کرشمہ دکھایا وہ اہل دل حضرات کیلئے تو کافی ہے ہاں من کانت لہ اذن واعیۃ کو اس سے کیا سبق مل سکتا ہے۔

غرض قادیان کے جلسہ کو بے رونق اور ناکام بنانیکے لئے جو کوششیں کیگئی تھیں وہ ہماری قوم اپنی آنکھوں سے دیکھ چکی ہے اگر اس قدر مخالفانہ کارروائیاں نہ ہوتیں۔ اور امر تسر تک اگر اشتہارات تقسیم نہ کئے جاتے تو شاید ہم اپنے جلسہ کی کامیابی کا لطف نہ اٹھا سکتے۔ خدا تعالےٰ نے دشمنوں کی تدابیر انہیں پر الٹ دیں اور ہمارا جلسہ خدا کے فضل اور توفیق سے ہر پہلو سے کامیاب ہوا۔ میں اس وقت صرف جلسہ کی چند خصوصیتیں پیش کرونگا کوئی خاص رپورٹ دینا میرا مقصود نہیں۔

اول:۔ جلسہ کے ایام معمول سے دوگنے کر دیئے گئے۔ پہلے یہ حضرات آٹے دال کے بھاؤ کی فکر میں لگ جاتے اور خیال گذرتا کہ اخراجات زیادہ نہ ہو جائیں۔ اسلئے بعض اوقات جلسہ کے ختم ہونے کے ساتھ ہی خیموں ڈیروں کو اکھاڑنے اور لوگوں کے اسباب پھینکنے کی نوبت بھی آجاتی۔ یہ نظارہ تم نے دونوں نے دیکھا ہوا ہے۔ مگر اس سال باوجود قحط اور گرانی کے ۲۳-۲۴ دسمبر سے شروع ہو کر ۳۰ دسمبر تک تو علی العموم اور ۳-۴ جنوری تک مہمانوں کا جمگھٹا رہا۔ اور مہمان اس کثرت سے آئے کہ اس سے پہلے اتنی تعداد ثابت نہیں۔ احباب کی اس کثرت نے اس سال خصوصیت کیساتھ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت پر ایک نشان قایم کر دیا۔ اور قوم کے اخلاص و محبت پر ایک مہر صداقت لگا دی۔ اس سال ہمارے دوستوں کو قادیان میں متعدد مرتبہ آنا پڑا۔ حضرت خلیفۃ المسیح کی علالت کے ایام میں اور ان کی زندگی کے آخری دنوں میں بعض دفعہ دفتر سکرٹری سے خاص تار اور خطوط جاری ہوئے اور لوگ بلائے گئے۔ یہ معاملہ حضرت خلیفۃ المسیح تک بھی پہنچا تھا۔ یہ لوگ دوسروں کو تو کہتے ہیں منصوبے باز اور اپنی کرتوتوں کو بھول جاتے ہیں۔ بالفاظ حضرت سیدنا المسیح ریاکار دوسرے کی آنکھ کا تنکا دیکھتا ہے اور اپنے شہتیر کو نگاہ نہیں کرتا۔

پھر حضرت خلیفۃ المسیح کی وفات پر کثرت سے جمع ہوئے پھر اپریل میں قوم کے نمائندے کٹھے ہوئے اور اسطرح نو مہینے کے اندر تیسری مرتبہ یہ اجتماع ہوا۔ مگر حق پسند اور حق پرست قوم نے اپنے عمل سے دکھا دیا کہ **فی الواقعہ وہ دین کو دنیا پر مقدم کرنے والی قوم ہے**

آہ! ناحق شناس اور حق پوشی ہاں حق پوشی کا عادی خطاکار سلسلہ پر ہنسی اڑاتے ہوئے کہتا ہے کہ اگر وہ چار پانچ حق پر نہیں تو پھر خدا کا مسیح (نعوذ باللہ) ناکام گیا۔ اس منہ میں آگ اور اس زبان پر خدا کا قہر جو خدا کے کامیاب اور مظفر مسیح کو ناکام کہے۔ وہ اپنی نامرادی اور ناکامی سے اسکی کامیابی کا اندازہ کرتا ہے۔ غرض قوم نے اپنے طرز عمل کے ساتھ اپنی عملی محبت اور تعلق کا جو ناقابل ثبوت اس موقعہ پر دیا ہے وہ احمدی سلسلہ کی تاریخ میں ایک زبردست ابدی یادگار رہیگی۔ حقیقت میں خدا کے برگزیدہ نبی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دین کو دنیا پر مقدم کرنے والی قوم پیدا کر کے دکھا دی۔ جسکی آنکھیں دیکھنے کی ہوں وہ دیکھے۔ یہ پہلی خصوصیت تھی کہ ایام جلسہ بڑھا دیئے گئے۔

دوسری خصوصیت اس جلسہ کی یہ تھی کہ امسال جلسہ کا انتظام ان ہاتھوں میں نہ تھا جو سالہا سال سے کرنے کے عادی تھے اور جنہیں اپنی قابلیت پر اسقدر ناز اور بھروسہ تھا کہ انہوں نے قادیان سے اپنا بستر اوٹھاتے ہوئے یہاں عیسائیوں کے آباد ہو جانے کی پیشگوئیاں کی تھیں۔ مگر خدا کے محض فضل سے کام کرنے والے محض اخلاص سے کام کر رہے تھے اس خوبی کے ساتھ تمام ذمہ داری کے لوازمات کو مدنظر رکھا۔ کہ ایک غریب سے غریب بھائی کو بھی شکایت کا موقعہ نہیں ملا۔ اس میں کوئی کلام نہیں کہ حضرت خلیفۃ المسیح کی دعاؤں کا نتیجہ تھا۔ لیکن جن دوستوں نے جس فرض کو اپنے ذمہ لیا۔ اسے پوری وفاداری اور محبت سے ادا کیا۔ حضرت ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب اور حضرت صاحبزادگان عالی تبار میاں بشیر احمد صاحب و شریف احمد صاحبان نے جس دردِ دل کیساتھ اپنی قوم کی خدمت کی ہے اس نے فی الحقیقت سید القوم خادمھم کے عملی ثبوت کو پیش کر دیا ہے۔ گذشتہ سالوں میں ہمارے جاہ پسند اور قومی کاموں کے واحد اجارہ دار سردی کے موسم میں کوٹھیوں سے نکلنا کسر شان سمجھتے تھے۔ لیکن سنت نبوی کے متبع اکرام ضیف کو فرضًا اپنے اندر رکھنے والے مسیح موعود علیہ السلام کے لاڈلے بچے رات کے ۱۲ بجے تک بھی خدمت قوم کیلئے کمربستہ نظر آتے تھے۔ انکی اس محنت اور سرگرمی نے تمام کام کرنے والوں کے اندر ایک برقی روح پھونکدی اور ہر شخص اپنے کام پر مستعد تھا۔

تیسری خصوصیت۔ ہمیشہ مستورات کے لئے وعظ پندہ کے لئے تحریک کی جاتی تھی مگر صدر انجمن کے ممبر انتظام جلسہ اسکی پرواہ نہ کرتے تھے۔ لیکن اس مرتبہ حضرت خلیفۃ المسیح نے عورتوں کے جلسہ کا خاص انتظام فرمایا۔ جس میں سلسلہ کی تعلیم یافتہ بہنوں نے بھی اپنے لیکچر دیئے۔ اور حضرت خلیفۃ المسیح اور دوسرے بزرگوں نے بھی ان کے مناسب حال نصائح کیں۔ اور عورتوں کا جلسہ بھی ایک کامیاب جلسہ ہوا۔

چوتھی خصوصیت۔ اس جلسہ کی چوتھی خصوصیت یہ تھی کہ کسی لیکچرار کو ضرورت پیش نہ آئی کہ وہ اپنے لیکچر کا گلا گھونٹ دے۔ اگرچہ اس سے نظام وقت پر ایک اثر پڑتا لازمی تھا۔ مگر اخلاص اور صداقت کا یہی تقاضا ہونا چاہیئے تھا کہ ایک شخص جو کچھ کہنا چاہتا ہے اور جب تک کہنا چاہتا ہے کہہ لے۔ لوگ اس قدر دور سے اگر آتے ہیں تو وہ کچھ سننے کیلئے آتے ہیں۔ پس جب تک بولنے والے اپنے خیالات کو جس حد تک پہونچانا چاہتا ہے نہ بیان کرے سننے والے مستفید نہیں ہو سکتے۔

پانچویں خصوصیت۔ اس جلسہ کی پانچویں اور بڑی خصوصیت یہ تھی کہ جلسہ میں آداب جلسہ کو پورے طور پر نگاہ رکھا گیا۔ اور

حضرت خلیفۃ المسیح کی زبردست شخصیت اور قوت تاثیر کا اندازہ معمولی باتوں سے ہوگیا۔ امام لوگوں کو بیٹھنے کا حکم نہیں دیتا بلکہ صرف ایک مسئلہ بیان کرتا ہے اور قوم کے افراد میں ایک عملی تدبیر پیدا ہو جاتی ہے اور کھڑے ہوئے لوگ معاً بیٹھ جاتے ہیں۔ حضرت خلیفۃ ثانی کے اس عہد میں جو باتیں پیدا ہو چکی ہیں۔ انکی تفصیل کا یہ وقت نہیں مگر میں اتنا کہونگا کہ حضرت جو کچھ بھی پیش کرتے ہیں۔ ہر نگ اصول اس کو طے کرتے ہیں

چھٹی خصوصیت منکرین تو کہتے ہیں کہ صدر انجمن ٹوٹ چکی ہے۔ مگر اس جلسہ نے صدر انجمن کو ایک مضبوط بنیاد بنانے کا عملی نمونہ پیش کیا ہے۔ اس سے پہلے کبھی صدر انجمن کو یہ بات نصیب نہیں ہوئی کہ وہ قوم کے نام ایک حکم صادر کرے اور قوم بلاچون وچرا اسکو تسلیم کرے۔ لیکن اس سال یہ پہلا فضل صدر انجمن کو ملتا ہے کہ وہ قوم کو اپنے ایک ارادہ سے آگاہ کرتی ہے اور قوم اس کے لئے شرح صدر سے سر جھکا دیتی ہے۔ صدر انجمن اصل معنوں میں اب کام کرنے لگی ہے اور صدر انجمن کے ممبروں کو ہم کشادہ دل پاتے ہیں وہ قوم پر حکومت کرنے کے خواہشمند نہیں بلکہ قوم کی بھلائی اور بہتری کے لئے خادمانہ رنگ میں کھڑے ہیں

اعلیٰ کے بڑے سے بڑے انسانوں کو بھی یہ عار نہیں معلوم ہوتی کہ اسکی بات اگر صحیح ہے تو کیوں ایک پھٹے پرانے کپڑوں والا انسان اسے درست نکرے یہی برکت اور فضل کی راہیں ہیں۔ سب سے پہلی مرتبہ احمدیہ کانفرنس میں صفائی کے ساتھ اصلاح طلب امور کو تسلیم کر لیا گیا۔

ساتویں خصوصیت۔ اس سے پہلے جلسہ کی کامیابی چندہ اور احباب کی کثرت سے کیجاتی تھی۔ اور حقیقت میں یہ مادہ پرست لوگوں کی نظر میں کامیابی کا معیار ہو سکتا ہے ہاں مادہ پرستوں کیلئے حجت ہو سکتی ہے۔ اس اور صرف اسی نکتہ خیال سے میں کہتا ہوں کہ اس حیثیت سے بھی یہ جلسہ کامیاب جلسہ تھا نقد سوا چھ ہزار اور پچاس ہزار کا قومی وعدہ چھوٹی بات نہیں مگر میں جلسہ کی کامیابی اس خصوصیت کے لحاظ سے ظاہر کرنا چاہتا ہوں کہ اس مرتبہ سلسلہ احمدیہ کو اپنے اصلی رنگ اور پوزیشن میں پیش کیا گیا۔ اب احمدی سلسلے کی خصوصیات کو اپنی حیات ملی کے لازمی سمجھتے ہیں۔ اور اس روح کا پیدا ہو جانا ہی اسکی برتری کا ثبوت ہے

آٹھویں خصوصیت۔ انجمن ترقی اسلام کی کارگذاریوں کے پورٹ اور مدینہ میں ایک مبلغ احمدیت بھیجنے کی تجویز ہوئی ہے چنانچہ وقت قریب آرہا ہے کہ ہمارے احباب مدینہ کو جانیوالے مبلغ کا اعلان پڑھ لیں گے۔ ترقی اسلام کے ماتحت جو کام ہوئے ہیں وہ نہایت شاندار ہیں انہیں میں قرآن مجید کے انگریزی اور اردو ترجمہ کی اشاعت کا باقاعدہ شروع ہو جانا ہے۔ انگریزی ترجمہ جو علماء کی ایک مجلس میں طیار ہو رہا ہے۔ چھپنا شروع ہو گیا۔ اور ولایت میں احمدیت کی باقاعدہ اشاعت کا سلسلہ بھی شروع ہو گیا۔ جیسا کہ **ایک انگریز احمدی مسلمان ہو گیا**۔ کہا جاتا تھا کہ ولایت میں احمدیت کا نام لینا زہر قاتل ہے آج انہیں معلوم ہو کر زہر کے گھونٹ پینے پڑینگے کہ ایک انگریز بھی احمدی ہو گیا ہے

نویں خصوصیت اس جلسہ میں یہ پیدا ہوئی کہ باہم محبت اور اخوت کا سلسلہ بہت وسیع ہو گیا ہے۔ احباب کو باہم ملنے اور تعارف پیدا کرنے کا خاص شوق رہا۔ اسی سلسلہ میں ہمارے بعض ان بزرگوں اور دوستوں کو خدا تعالیٰ نے اعتصام بحبل اللہ کی توفیق دی۔ چنانچہ حضرت مولوی نواب خانصاحب ثاقب اور قاضی محمد یوسف صاحب پشاوری خلیفہ نورالدین صاحب جموں اس جلسہ کی برکات کے ثمرات ہیں۔ الغرض یہ جلسہ نہایت کامیابی اور شان و شوکت سے ہوا۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس کے فضلوں کا وارث بنا دے آمین۔

تاریخ سلسلہ کا ایک باب

انسان جب حق کو چھوڑ دیتا ہے تو اس کو لازماً باطل سے تعلق پیدا کرنا پڑتا ہے۔ منکرین خلافت کے صلاحکاروں میں نیم احمدی تو آنے لگے نیم عیسائی بھی شریک ہو جائیں گے۔ سچ ہے ڈوبتا ہوا آدمی تنکوں سے سہارا لیتا ہے۔

کسی نیم احمدی نے منکرین کو سلسلہ عالیہ احمدیہ کی تاریخ میں ایک باب کا خطرہ دکھایا ہے کہ جسکی موجودگی پر آئندہ نسلیں ہنسیں گی۔ اور وہ باب یہ ہوگا کہ کس طرح خواجہ کمال الدین کے لیکچروں سے جماعت کا رجحان اور محبت انکی طرف بڑھی اور اس کو کم کرنے کے لئے کفر و اسلام کا مسئلہ گھڑا گیا اور انکی شخصیت کو گھٹانے میں زور لگایا گیا۔ خواجہ صاحب کے دوستوں نے انکی حمایت کی صدر انجمن کے ممبروں میں مخالفت ہوئی۔ مولوی نورالدین صاحب کی مخالفت سے پہلے ریشہ دوانیاں کی گئیں۔ انصار اللہ کی جماعت کا پیدا ہونا نظام حق کی اشاعت انصار اللہ کا جواب وغیرہ وغیرہ اس قسم کے مشوروں کا ایک خط چھاپکر ایڈیٹر نے تو قہ ظاہر کی ہے کہ مورخ سلسلہ اس خط کو ضرور چھاپے گا میں تو نہیں کہہ سکتا کہ تاریخ سلسلہ کا کام کس ہاتھ پر مکمل ہوگا۔ لیکن میں اپنی خواہش اور آرزو کا اظہار کر سکتا ہوں کہ میں بھی اس کام میں اپنے رنگ میں لگا ہوا ہوں) تاریخ سلسلہ کا یہ باب حقیقت میں بڑا دلچسپ ہوگا۔

اگر دنیا کی تاریخ مذہب میں آدم اور اس کے منکر اور دوسرے انبیاء علیہم السلام اور ان کے مخالفین اور ان کے خلفاء و نواب کے دشمنوں کی مساعی کا ذکر کبھی ہنسی کا موجب نہیں ہوا اور خدا کی مجید کتاب میں بھی ان واقعات کو پڑھ سکتے ہیں تو سلسلہ احمدیہ کی تاریخ میں یہ باب مضحکہ خیز نہیں ہوگا۔ بلکہ وہ باب العبر ہوگا۔ اور اگر خدا تعالیٰ نے چاہا تو نیم احمدی صاحب زندہ ہی ہوں گے جو اس باب کا مطالعہ کرینگے اور انہیں معلوم ہو جائیگا کہ اس پردہ کے پیچھے سے کیا برآمد ہوتا ہے۔ تاریخ اسلام میں یزید اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے واقعات کا عبرت بخش اور جرأت افزا باب موجود ہے۔ واقعات صداقت کا اظہار کر رہے ہیں مگر ناپاک فطرتیں حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ پر الزام دیتی تھیں کہ کیوں انہوں نے ٹائم لیشن اور صلح کے اصولوں کو مقدم نہ کیا۔ خلافت کی آرزو میں خون کی ندیاں بہا دیں یہ کوئی نئی بات نہیں۔

سلسلہ کی تاریخ میں یہ باب جسقدر شاندار ہوگا۔ اسکی نظیر کم ملیگی۔ کیونکہ اسی باب سے یہ حق ظاہر ہوگا۔ کہ خلیفہ خدا بناتا ہے۔ کس طرح پر اسکی مخالفت کیلئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وفات کے بعد خلافت نورالدین رضی اللہ عنہ میں منصوبے ہوئے اور کس طرح بار بار بیعت کرنی پڑی اور حضرت خلیفۃ المسیح نے بعض لوگوں کو خارج کرنا چاہا۔ خواجہ کمال الدین صاحب کشمیر سے تار بھیجا۔ اور حضرت خلیفہ اول نے درگذر فرمایا۔ غرض اس سلسلہ میں ان تمام منصوبوں اور سازشوں کو کھول کر بیان کر دیا جائے گا اور لوگوں کو معلوم ہو جاویگا کہ

شکلیں اکثر دھوکا دینے والی ہوتی ہیں!

ان سازشوں کے نتائج سب مسلسل بیان کر دیئے جاوینگے۔ منکرین خلافت اور ان کے صلاحکار نیم احمدیوں کو ان کے پڑھنے سے لطف آجائیگا انشاء اللہ العزیز۔ فانتظروا انی معکم من المنتظرین۔

جنگ یوروپ پر امریکن فتویٰ

یوروپ کا محاربہ عظیم اپنے نتائج کے لحاظ سے دنیا کے لئے ایک خوفناک مصیبت ہے اور اس تمام شرارت کا ذمہ دار جرمن ہے جو سالہا سال سے دنیا کے خرمن میں چنگاڑی ڈالنے کی فکر میں تھا۔ جو تباہی اور مصیبت اس آگ کی وجہ سے دنیا پر آچکی ہے اور جن خطرات کا اندیشہ ہے وہ ایسے نہیں کہ انکا خیال تھوڑی دیر کے لئے انسان کو متحیر نہ کر دے جرمن کی حیلہ سازیوں اور مکاریوں نے ترکوں کو بھی ناعاقبت اندیشی

سے میدان جنگ میں کود پڑنے پر آمادہ کر لیا۔ اور اب اسکے خطرناک نتائج کو برداشت کرنے کیلئے وہ آپ ذمہ دار ہیں۔ جرمنی کے ۹۳ معزز اور ممتاز اہل الرائے لوگوں نے جن میں ہر طبقہ کے برگزیدہ لوگ ہیں۔ جو سائنس کی ہر شاخ مثلاً فنون لطیفہ۔ تعلیم و آداب وغیرہ میں چوٹی کے اصحاب سمجھے گئے ہیں۔ **مہذب دنیا کے نام ایک اپیل** کے عنوان سے ایک پمفلٹ چھاپ کر امریکہ میں شائع کیا ہے۔ جس میں انہوں نے اسبات کی کوشش کی ہے کہ موجودہ جنگ کے متعلق یونائیٹڈ سٹیٹس امریکہ کے باشندوں کی رائے کو تبدیل کر دیا مسٹر جرمچ پریسیڈنٹ کارنیگی انسٹیٹیوٹ پٹسبرگ اور مصنف سوانح عمری الورکراموں نے اس جرمن اپیل کا ایک جواب مرتب کر کے برلن کے مشہور ڈاکٹر فرنز شاپر کے نام روانہ کیا ہے جو ذیل میں درج ہے۔ امید ہے یہ جواب نہایت دلچسپی اور توجہ سے پڑھا جائیگا۔ (ایڈیٹر)

"جرمنی کے ۹۳ مشہور آدمیوں نے جن میں ہر دو فیصد فنون نامور اس قلم شامل ہیں امریکہ میں ایک چٹھی دور و نزدیک شائع کی ہے جس کا عنوان ہے "مہذب دنیا سے اپیل" اور اس میں یہ کوشش کی ہے کہ امریکہ کی عام رائے کو جرمنی کے حق میں تبدیل کیا جائے۔ لیکن اس اپیل کے جواب میں کارنیگی انسٹی ٹیوٹ پٹسبرگ کے پریزیڈنٹ مسٹر جرمچ نے جو اگیور کرامویل کی سوانحعمری کا مصنف ہے۔ برلن سے ڈاکٹر فونز شیپر کے نام ایک خط لکھا ہے جو حسب ذیل ہے:۔ موجودہ جنگ میں باشندگان جرمنی جس بیتابی کیساتھ اہل امریکہ کی نظروں میں اپنے حق بجانب ہونیکی کوشش کر رہے ہیں انکی اس حالت پر رحم آتا ہے لیکن جرمنی کو ہرگز یہ اندیشہ نہ کرنا چاہیئے کہ امریکہ میں عام رائے اسکے دشمنوں کی غلط بیانیوں سے متاثر ہو جائیگی۔ کیونکہ ہم امریکہ کے لوگ معاملات کو سطحی نظر سے دیکھنے والے نہیں بلکہ بات کی تہ تک پہنچتے ہیں۔ اس جرمن چٹھی میں لکھا ہے کہ جرمنی شریک جنگ ہونے کے لئے مجبور کیا گیا ہے تو اسکی عزت اور شان قایم ہے اور تمام دنیا کو اس کی خیر منانی چاہیئے جنہوں نے اسپر حملہ کیا ہے لیکن بخلاف اسکے اگر اس ظالمانہ جنگ کیلئے وہ مجبور نہیں کیا گیا۔ تو کیا منطقی طور پر یہ نتیجہ نہیں نکالا جائیگا کہ اسکی کچھ عزت و شان باقی ہے اور اسلئے اسکے دشمنوں کی مدد کرنی چاہیئے۔ اور انسانی ہمدردی کے مقدار وہ ہیں ڈاکٹر شیپر صاحب میں یقین کرتا ہوں کہ اس اہم سوال پر رائے قایم ہو چکی ہے کہ یہ رائے جرمنی کے دشمنوں کی غلط بیانیوں اور اتہامات پر نہیں نہ اخبارات کی بے پرائی سے لکھی ہوئی خبروں پر بلکہ سرکاری خط و کتابت کے بغور مطالعہ کے بعد قایم ہوئی ہے ان سرکاری کاغذات سے کیا ثابت ہوتا ہے ان کاغذات پر ریویو کرتے ہوئے

مسٹر جرمچ نے لکھا کہ لڑائی کس نے شروع کی؟ کیا انگلستان نے پہل کی؟ ہرگز نہیں کیونکہ انگلستان نے اس وجہ سے کہ اسکی فوج تیار نہ تھی لڑنے کیلئے زور دیا وہ جنگ کیلئے تیار نہ تھا اور ۶ ماہ تک تیار بھی نہ سکتا تھا تو کیا فرانس نے لڑائی چھیڑی؟ روس نے؟ ۹۳ جرمن ممتاز اشخاص میں سے ایک شخص بھی ایسا ایسا نہیں کہہ سکتا وہ آسٹریا تھا جس نے سرویہ پر بلا کسی معقول وجہ کے حملہ کیا اور جرمنی نے قدم قدم پر اسکی مدد کی جس نے پھر دول یورپ کو نوٹس دیا کہ آسٹریا کے خلاف ہر ایک قسم کی دست اندازی جنگ خیال کیجائیگی۔

بلجیم پر ظلم:۔ مسٹر جرمچ لکھتے ہیں کہ جس چٹھی میں دوسرا معاملہ یہ ہے کہ یہ اتہام صحیح نہیں ہے کہ ہم نے بلجیم کی غیر جانبداری کو توڑا۔ کیا ان ۹۳ آدمیوں نے اس چٹھی کو بغور پڑھا ہے جسپر انہوں نے دستخط کئے ہیں۔ کیا اعلیٰ ترین عقلیں بھی ایسے غلط دعویٰ کی تائید کر سکتی ہیں۔ کیا ان لوگوں نے وہ اپیل پڑھی ہے جو وزیر اعظم جرمنی نے باشندگان امریکہ کے نام ۱۵ اگست کو شائع کرائی ہے مجھے اندیشہ ہے کہ ہرگز نہیں پڑھی کیونکہ اس اپیل میں وزیر اعظم نے لکھا ہے کہ ہم لکسمبرگ اور بلجیم گورنمنٹوں کی مناسب پروٹسٹ کو نظر انداز کرنے پر مجبور تھے" میں کھلے دل سے کہتا ہوں کہ جو نقصان ہم پہنچا رہے ہیں ہمارا فوجی مقصد حاصل ہوتے ہی ہم اس کی تلافی کر دینگے" اہل جرمن کا ضمیر کہیگا جبکہ باوجود جنگ کے غصہ کے وہ اپنے وزیر اعظم کے اقبال کی اہمیت کو سمجھیگا "جو نقصان کہ ہم پہنچا رہے ہیں" ایک ایسے ملک کو برباد کر دینا جس نے تمہارا کچھ نہیں بگاڑا۔ اس کے فرزندوں کا قتل عام اسکے بادشاہ اور گورنمنٹ کو ملک بدر کر دینا اسکے ساز و سامان کو لوٹ لینا شہروں کی مسماری اور انکی خوبصورت تاریخی عمارتوں کا انہدام اور انسانی عقل و خرد کے بیش قیمت جواہروں کی پامالی۔ ان سب سے بڑھ کر یہ کہ جب بلجیم کے مصیبت زدہ اور حواس باختہ باشندوں نے جب اپنے گھروں کو جلتے اور اپنے بیٹوں کو ذبح ہوتے دیکھکر دریچوں سے چند فیر کئے تو تمہاری فوج نے وحشیانہ خونخواری کیساتھ بلا لحاظ عمر اور جنس کے ان کو تہ تیغ بیدریغ کیا۔ ڈاکٹر شیپر صاحب اگر حالات بدل جائیں اور یہ غیر ملکوں کے سپاہی برلن کے بازاروں سے گزریں تو کیا تم اور یہ ۹۳ اشخاص جن کے تمت ایسے گھروں کو برباد ہوتا اور اپنی اولاد کو ہلاک شدہ دیکھیں گے تو کیا وہ اپنی کھڑکیوں سے زد نہیں کرینگے میں تو ضرور ایسا کروں

جرمن فوجی غلبہ:۔ جرمنی میں ملٹری غلبہ کا جو آپنے ذکر کیا اس سے مجھے یقین ہو جاتا ہے کہ اس جنگ کی بنیاد ۲۵ سال سے رکھی گئی ہے۔ جسوقت شہنشاہ ولیم ثانی تخت پر بیٹھا تو اس نے اعلان کیا کہ وہ اعلیٰ جنگی لارڈ ہے اور اس نے اپنی قوم کو جنگ کیلئے تیار کرنا فرض کیا ماس نے اپنے لڑکوں کو بچپن سے سپاہگری کی ترتیب دی تاکہ وہ قتل و خونریزی کو پیشہ بنائیں اور ہم امریکہ کے لوگ جانتے ہیں کہ اسکی شہزادی بھی کرنل کی وردی پہنتی ہے اور جطرح قیصر کے بچوں کو اسی طرح تمام سلطنت کے لڑکوں کو تعلیم دیگئی ہے۔ اپنے بڑے فلاسفر کانٹ کے رستہ کے برخلاف جس نے ہم کو سنہری اصول بتائے تھے جرمنی کی قومی سپرٹ نیلشٹی کی خطہ نفس کی مادی تعلیم اور جنرل برنہارڈی کی تشنہ خون تعلیم اور ٹریٹسکی کے خوابہائے جنگ و دون بولو کے کمزور اخلاق پر پردش یافتہ ہے اور ہمیں ہر ایک شہادت جو شہنشاہ اور اس کے بچوں سے لیکر اس کے سپاہیوں مدبروں اور پروفیسروں سے ملتی ہے ثابت کرتی ہے۔ کہ جرمنی اپنے تئیں تمام دنیا سے علیحدہ ملک خیال کرتی ہے اور اپنے آپ کو سب سے افضل سمجھتی ہے اور اس ذہنیت کو جنگ کے ذریعہ قایم رکھنا چاہتی۔ لیکن اس قوم پرستی کی تنگ خیالی کے خلاف ہم امریکہ کے لوگوں نے انسانیت کی قیمت کو نسل کی قیمت سے برتر سمجھا ہے۔ اسلئے ہم تمام انسانوں کا اپنے ملک میں خیر مقدم کرتے ہیں اسلئے ہم تمہارے شہنشاہ کے رویہ پر ملامت کرتے ہیں جس نے اپنی فوج کو اپنے بھائیوں کے قتل کے لئے روانہ کیا ہے اور اپنی سپاہ کو بھی اس خونریز جنگ میں دل کھول کر ذبح کرایا ہے۔

یہ جنگ عیسائی سپرٹ کے منافی ہے

پس ان وجوہات سے ڈاکٹر شیپر صاحب ہم دیکھکر حیران رہ گئے ہیں اور شرمندہ ہوتے ہیں کہ ایک عیسائی قوم اس مجرمانہ جنگ کی قصوروار سے لڑائی کی کوئی ضرورت نہ تھی جیسے مسلح اور تیار تم تھے ساری دنیا تمہاری حدود کے اندر داخل نہیں ہو سکتی تھی۔ اور جبکہ جرمنی کو دوسرے ملکوں سے کچھ نہ کچھ علوم حاصل کرنے تھے۔ اسی طرح عقلی ترقی جو جرمنی کر رہی تھی۔ اس سے تو یہ قیاس ہوتا تھا کہ وہ ان کو بہتر بنا رہی ہے اور وہ تمام نوع انسان کی خدمت کریگی تمہاری بڑی قوم کے جہاز دنیا کے ہر سمندر میں چلتے تھے۔ اور جرمن اشیا دنیا کے ہر حصہ میں درخت ہوتی تھیں۔ اور نوع انسان انکی عزت کرتی تھی کیونکہ وہ انسان خیال کئے جاتے تھے۔ لیکن اب یہ سب حقوق جاتے رہے اور عام رائے جو تمہارے حق میں تھی وہ بدل گئی۔ جو روحانی اور مادی فوایدتم نے کھوئے ہیں وہ تم نصف صدی میں بھی حاصل نہ کر سکو گے۔ خدا کرے کہ ہم پھر وہ جرمنی دیکھ سکیں جسکی ہم عزت کر سکیں۔ سچے امن سچی ترقی اور سچی عافیت کی جرمنی اعتدال پسند کیونکر ہو سکتی ہے خدا کرے کہ وہ ہمیشہ کیلئے اپنے جنگی لارڈوں سے چھٹکارہ حاصل کرے اور اپنے مسلح لشکروں سے اور پھر ایک دفعہ اپنے لیڈروں کے زیر اثر آجائے جیسے کہ لوتھر گوتھے۔ میتھیوس اور کانٹ۔ لیکن اس جنگ میں خواہ تم فتح حاصل کرو یا شکست جرمنی دنیا کی نگاہوں سے گر چکی ہے اور وہ قوم جو کبھی شاہراہ تھی اب پارسته تاریکی اور خونریزی میں پڑے گی حتی کہ ضمیر اس کو ہدایت کرے کہ وہ اپنی فوجیں اپنے ملک میں واپس بلائے اور دنیا سے معافی حاصل کرنیکی امید کرے

حضرت خلیفۃ المسیح کے ارشاد کی قدر کرنیوالو!

حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی سوانحعمری پنجابی نظم میں حضرت خلیفۃ المسیح اول رضی اللہ عنہ کے ارشاد پر پسند یدگی سے خاکسار نے لکھی (رچیوائی) ہے حضرت خلیفۃ المسیح اول نے اس کتاب کی اشاعت کیلئے تحریک فرمائی اور حضرت ثانی نے ۱۹۱۱ء کے سالانہ جلسہ پر اس کتاب کی خریداری کی تحریک کرائی اگر ان ہادیان قوم کی سپارش نہ بھی ہوتی تو بھی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے عاشق اور محب اس کتاب کو ہاتھوں ہاتھ لیتے۔ لیکن خود حضرت خلیفۃ المسیح الاول

۲ اور ثانی نے بھی سپارش فرمائی ہے تو احمدی قوم کے ہر فرد کا فرض ہے کہ وہ کم از کم ایک جلد خرید لیں۔ قیمت میں بھی رعایت کیگئی ہے ۸ ر کی بجائے ۶ ر نقد جلد ذیل کے پتہ سے لیجئے۔ محصول ڈاک علاوہ ہوگا۔ (منشی) (بقیہ اشتہار صفحہ ۶)

حضرت اولوالعزم خلیفہ ثانی کی خدمات

نمبر ۴

اس سلسلہ مضامین کے تیسرے نمبر میں میں نے بیان کیا ہے کہ مدرسہ احمدیہ کا بقاء و احیاء بھی اسی پاک وجود کے ہاتھ پر ہوا۔ ورنہ منکرین خلافت نے بڑے زور اور جوش سے چاہا تھا کہ وہ اس مدرسہ کو اڑا دیں۔ اور اس وقت جن منافقانہ وعدوں سے قوم کو دھوکہ دیا جاتا تھا کہ مدرسہ تعلیم الاسلام میں دینی تعلیم کا کافی انتظام کر دیا جائیگا۔ اسکی حقیقت تو اسکے بعد ہی کھل گئی کہ مدرسہ تعلیم الاسلام میں دینیات کی تعلیم گھنٹوں سے اتر کر منٹوں پر آگئی۔ اور گذشتہ چھ سال کے اندر مدرسہ تعلیم الاسلام اپنے کسی ایسے طالب العلم پر ناز نہیں کر سکتا۔ جو مدرسہ تعلیم الاسلام کے دینی کورس کی وجہ سے ایسا باخبر اور عالمانہ رنگ کا ہو کر اسے پیش کر سکیں۔ میں ذاتی طور پر ایک شریف الطبع بچے کو جانتا ہوں۔ جو اپنی نیکی خدا ترسی اور دینی علوم کی محبت کی وجہ سے قابلِ قدر ہے۔ مگر یہ مدرسہ کی کسی تعلیم کا نتیجہ نہیں۔

بہرحال یہ امر مدرسہ کے نصاب سے معلوم ہو سکتا ہے۔ میں ہمیشہ الحکم میں اس امر کی طرف توجہ دلاتا اور یہی امر میرے مہربان مولوی صدرالدین صاحب کو ناگوار گزرتا۔ اور انہیں جب کسی پبلک لکچر کا اپنی قوم کے سامنے موقعہ ملتا تو ایڈیٹر الحکم انکی تیز زبان کے اثرات سے محفوظ نہ رہتا۔ لیکن میں نے کبھی ان مضامین کو مذمت و مخالفت کے خوف کی پرواہ نہیں لکھا تھا۔

غرض مدرسہ احمدیہ کو آپ نے زندہ کیا اور پھر اسکی ترقی و تکمیل کے لئے ایک لمبا سفر ہندوستان کے مدارس عربیہ و دینیہ کے معائنہ کے لئے کیا تاکہ وہاں کے اساتذہ سے ملکر وہاں کے بورڈنگ ہوسٹل کو دیکھکر جو مفید اور قابل قدر بات ہے۔ خواہ وہ انتظامی رنگ میں ہو یا تعلیمی طریق پر اسے اپنے مدرسہ میں جاری کریں۔

سخت گرمی اور پھر ناسازی مزاج کی حالت میں سفر کیا گیا۔ میں جو اس سفر میں ساتھ تھا جانتا ہوں۔ کہ آپکو کسقدر محنت اور تکلیف برداشت کرنی پڑی تھی۔ پھر مدرسہ کے لئے بہترین استاد مہیا کرنے کے واسطے آپنے دو نوجوانوں کو مصر اور شام تکمیل علوم عربیہ اور حصول زبان کے لئے بھیجا بلکہ یک کرشمہ دو کار تبلیغ بھی ہوتی رہے۔ اور وہ تکمیل بھی کر سکیں۔ انکا بوجھ آپنے خزانہ انجمن پر بہت ہی کم ڈالا یہ سلسلہ انشاء اللہ بدستور جاری رہیگا اور ایسے لوگ باقاعدہ جاتے رہینگے۔ یہانتک کہ مدرسہ مصر و شام کی اعلیٰ یونیورسٹیوں کے تعلیمیافتہ لوگوں سے پر ہو جاوے۔

مدرسہ احمدیہ کے پہلے اس سال قوم کے سامنے آچکے ہیں۔ مولوی احمد بخش اور مولوی عبدالرحمن اب مبلغ ہو کر عملی کام کرنے ہیں اللہ تعالیٰ چاہیگا تو مدرسہ کے بیش قیمت نتائج اور فیوض سے قوم بہرہ ور ہو جائیگی

مدرسہ احمدیہ کے احیاء و بقا کے بعد میں آج ایک اور بڑی زبردست تحریک کا ذکر کرتا ہوں۔ جو حضرت صاحبزادہ صاحب کی محض فراست اور کوشش سے بچ گئی۔ ورنہ آج

اسکا خاتمہ ہو چکا تھا

وہ تحریک ریویو آف ریلیجنز کی تحریک ہے۔ ریویو آف ریلیجنز پر دو زمانے موت کے آئے اور خدا کی قدرت ہے کہ ان دونو زمانوں میں ریویو کی موت کے محرک حضرت خواجہ کمال الدین صاحب تھے۔ پہلا زمانہ ریویو کی موت کا وہ تھا جبکہ خواجہ صاحب نے ایڈیٹر مقرر ہو کر ریویو کو سلسلہ کی خدمات سے الگ کر دینے کا ارادہ کیا وہ ایسا سبز باغ تھا کہ ہم سب ریویو کی موت کے وارنٹ پر محض خواجہ صاحب پر حسن ظنی کی وجہ سے دستخط کر دینے پر آمادہ اور طیار ہو چکے تھے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پاک فراست نے ہمکو اس لغزش سے بچا لیا۔ اگر حضرت مسیح موعود علیہ السلام ہماری رہنمائی نہ فرماتے تو ہم ایک گڑھے میں گر چکے تھے اور آج ریویو آف ریلیجنز کا جو حشر ہوتا وہ ظاہر ہے۔ مگر خواجہ صاحب اس خواب شیرین کو بھول نہ سکتے تھے اسلئے انہوں نے اسکی تعبیر اب دوسرے رنگ میں شروع کی حضرت کی زندگی میں انہیں یہ موقعہ نہیں مل سکتا تھا۔ اسلئے آپکے بعد انہوں نے اس سکیم کو ہاتھ میں لیا جو انہوں نے ولایت جا کر مسلم انڈیا جاری کر دیا تو ان کے احباب نے سعی کی کہ ریویو آف ریلیجنز کو بند کر دیا جائے۔ میں اس بات کے کہنے سے ذرا بھی ہچکچاتا نہیں کہ چونکہ اسلامک ریویو کا کام وہی ظاہر کیا گیا تھا جو ریویو کر رہا ہے اسلئے میں نے خود بھی یہ تحریک کی کہ ریویو کو اسکے ساتھ ملا دیا جاوے لیکن میری تجویز اور تحریک کا پہلو یہ تھا کہ اسلامک ریویو صدر انجمن کا آرگن ہو اور اسکے آمد و خرچ پر انجمن کی حکومت ہو۔ اس صورت میں میری تحریک ریویو کے کام کو شاندار بنانے کی کہلائی جا سکتی ہے اور اسلامک ریویو کو ایک ضابطہ کے نیچے آنا تھا۔ لیکن اسلامک ریویو خواجہ صاحب کی ذاتی جائداد قرار پا چکی تھی اسلئے اس اصل کے ماتحت کبھی وہ کسی انجمن کے ماتحت نہیں لایا جا سکتا یہانتک انجمن اشاعت اسلام بلاد غربیہ کا ٹرسٹ بھی باوجود روپیہ دینے کے اپر حکومت نہیں کر سکتا۔ اور اب جبکہ قاری سرفراز حسین صاحب نے ولایت جا کر حقیقت کا انکشاف کیا ہے تو یہ مسئلہ بالکل صاف ہو گیا ہے۔ غرض میری تجویز ریویو کو مسلم انڈیا سے ملا دینے کی اسی رنگ اور حیثیت کی تھی کہ ریویو آف ریلیجنز کو ایک دوسرے نام سے صدر انجمن احمدیہ کے ماتحت ہی شائع کیا جائے گو اسکا مقام اشاعت لنڈن ہو۔ لیکن میری تجویز کے خلاف بعض دوستوں کی جو صدر انجمن کے مالک تھے یہ رائے تھی کہ ریویو کو غیر ضروری قرار دیکر انجمن کا اسقدر روپیہ جو ریویو پر خرچ ہوتا ہے خواجہ صاحب کے حوالہ کر دیوے۔ اور ریویو کو اب غیر ضروری قرار دیا جاوے اس رنگ میں ریویو کی موت کا وارنٹ پر گذشتہ دو سال کے اندر طیار کیا گیا۔ اور قریب تھا کہ قومی عدالت سے اپر آخری دستخط کر دیا جاتا۔ لیکن اس موقعہ پر اللہ تعالیٰ کے فضل سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پاک روح نے

حضرت صاحبزادہ فضل عمر پر ہوئی

اور انہوں نے اس قومی آرگن کو فنا کے ہاتھ سے بچا لیا۔ اور اسکو زندہ رہنے دیا۔ اور آج یہ قومی ہستی کی شاندار خدمت سرانجام ہوتی۔ اور اسکے گذشتہ زندگی پر جو قریباً ساٹھ ستر ہزار روپیہ صرف کیا گیا تھا وہ بے اصل ہو جاتا۔ کیونکہ ان محرکین نے جو اپنا عملی نمونہ دکھایا ہے۔ اور جس طرح پر انہوں نے سلسلہ کے تمام کو مٹا دینے کے لئے کوشش شروع کی تھیں۔ انتہیں کوششوں میں یہ متضمن ہو جاتا۔

پس اگر پہلی موت سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس رسالہ کو بچایا تھا تو اس دوسرے موقعہ پر اسکو بچانے والا

مرزا محمود تھا

احمدی قوم اندازہ کر سکتی ہے کہ کس محنت اور صرف سے یہ رسالہ اس مرحلہ تک پہنچا ہے اور احمدی قوم کا ایک شاندار قدیمہ تبلیغ سلسلہ کا بلاد غیر میں ہے۔ اگر خواجہ صاحب کے ہاتھ میں اس کو دیدیا جاتا تو وہ سلسلہ کا نام لینا اور اسکی اشاعت کو یورپ کے نومسلموں میں خطرناک سمجھتے ہیں مجھے اور غالباً سب کو تعجب ہوگا کہ کیا نعوذ باللہ ہمارا سلسلہ ایسا بودا اور نکما ہے کہ ہم اسکو پیش کرتے ہوئے شرماتے ہیں؟ نہیں سلسلہ تو ایک صداقت اور بین صداقت ہے مگر ہمارا اپنا دل کمزور ہے جو اسکو پیش کرنے سے ہچکچاتے ہیں۔

خواجہ صاحب کو ڈپٹی نذیر احمد صاحب کے وہ الفاظ اب تک بھول نہ گئے ہونگے۔ جو انہوں نے انجمن حمایت اسلام لاہور کے ایک جلسہ میں حضرت مسیح موعود کے تذکرہ پر کہے تھے کہ حضرت تو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی اپنی نبوت منوانی مشکل ہوتی۔ مرزا قادیانی کی کیا حقیقت ہے۔ نذیر احمد اپنی زندگی میں دیکھ کر مرا ہے کہ اسکا یہ خیال کیسا باطل اور لغو تھا۔ اس فقرے کے دہرانے سے میرا یہ مطلب ہے۔ کہ واقعات نے بتا دیا ہے کہ اس زمانہ میں یہی سلسلہ کامیاب ہو سکتا ہے۔ خواجہ صاحب کی ولایت میں کوئی اثر پیدا کر رہے ہیں تو وہ اسی سلسلہ کے دلائل اور روح سے اسی رسالہ ریویو آف ریلیجنز کے مضامین سے جنکو کانٹ چھانٹ کر

وہ اپنے نام سے شائع کر رہے ہیں اگر کوئی شخص اس سے انکار کرے گا تو میں اس ذمہ داری کے قبول کرنے کو تیار ہوں کہ ثابت کر دوں کہ یہ یو کی گذشتہ جلدوں نے کہاں تک خواجہ کی دستگیری کی ہے۔

پس اگر اس رسالہ کے قیام و بقا کی کوشش حضرت صاحبزادہ صاحب اسوقت نہ کرتے تو آج قوم کے ہاتھ سے ایک زبردست آرگن تبلیغ کا نکل گیا تھا منکرین خلافت نے اپنی خدمات کا سلسلہ شروع کیا اور حضرت صاحبزادہ صاحب کے متعلق انکے زیر اثر لوگوں نے اور خود ان میں سے بھی بعض نے یہ کہنا شروع کیا کہ صاحبزادہ صاحب نے کیا کیا ہے؟ واقعات اب بتا رہے ہیں کہ کس نے کیا کیا؟ معترضین نے انکی قربانیوں اور خدمات کا ایک طاق کر کھینچ کر دکھایا ہے اگر اسنے اصلی فوٹو گراف پیش کر دیے تو حقیقت کے چہرہ سے پردہ اٹھ جائیگا۔ باوجودیکہ انکی قربانیاں قابیل کی قربانیاں ہیں۔ پھر بھی وہ ہابیل کی قبولیت پر نفس و آتش ہو کر چاہتے ہیں کہ جسطرح بھی ممکن ہو ہابیل کی موت کا موجب ہوں (میری مراد یہاں موت سے ہابیل کے کام اور کوششوں کو مٹانا ہی) مگر صاحبزادہ صاحب باوجود ان جلیل الشان خدمات کے صاف اقرار کرتے ہیں کہ میں نے کوئی خدمت نہیں کی اور حضرت مسیح موعود کی پاک روح میں گم ہو کر اسی کا ہم آہنگ ہو کر بار بار یہ کہتا ہے

لوگ کہتے ہیں کہ نالائق نہیں ہوتا قبول
میں تو نالائق بھی ہو کر پا گیا درگاہ میں بار

اس نالائقی پر دنیا کی قابلیتیں اور لیاقتیں نثار ہوں کہ یہ آدم کا ورثہ ہے اور تمام صلحاء امت اور انبیاء کا پاک گروہ اس خاکساری پر ناز کرتا آیا۔ خدمات اور قابلیت کی صدائے بے ہنگام عدو آدم کے وقت سے بیکار اور بے اثر ثابت ہوئی ہے اور ہو گی۔ پس حضرت صاحبزادہ فضل عمر ایدہ اللہ تعالیٰ کا یہ کمال ہے کہ باوجود خدمات کے اعتراف کرتے ہیں کہ میں نے کچھ نہیں کیا اور میں کچھ بھی نہیں ہوں۔ اور اس پاک روح کے منکر اور دشمن بالمقابل اپنی انانیت اور شیخی کے مدعی ہیں۔ جس طرح آدم پر سفک دم کا اعتراض کیا گیا۔ آج بھی ایک شخص اٹھا اور اسنے اپنے آپکو تمام بنی آدم اور اہل اسلام کا خیر خواہ ظاہر کر کے کہا کہ یہ شخص جو مسلمانوں کو باوجودیکہ حضرت مسیح موعود جیسے مامور و مرسل کے قتل و کفر کے فتوے دے چکے تھے کافر کہتا ہے متقی نہیں ہو سکتا اسکی نظر میں تو یہ فعل قتل سے بھی بڑھکر درجہ رکھتا تھا اور اپنی قربانیوں اور خدمات کو پیش کر کے اسکے انکار کو بھی مبنی بر خوبی قرار دیا۔

میرے دوستو کہا جاتا ہے کہ صاحبزادہ صاحب کو اپنی مدح میں مزہ آتا ہے۔ جھوٹا اور لعنتی ہے وہ شخص جو اس پاک وجود کی نسبت اس قسم کا خیال کرتا ہے یہی اعتراض اور جینہ اسی طرز و رنگ میں صداقت کے دشمنوں اور حزب اللہ فی حلل الانبیاء کے منکروں نے کیا تھا جیسا ہوا اب تک موجود ہے کہ حاشیہ نشین تعریفیں کرتے ہیں تو حضرت اقدس خوش ہوتے ہیں مجھے حیرت ہے کہ کیا یہ لوگ حضرت اقدس کے حضور ادب سے بیٹھتے اور حضور سیدنا آقائے ملکہتے تو خوشامد نہ تھی۔ اور اب یہ خوشامد ہے محض اسلئے کہ وہ اس پاک وجود سے عداوت رکھتے ہیں۔ ان اعلیٰ مرتبت لوگوں کے نزدیک دیا نہیں آتی حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے خود ذکر کیا تھا کہ جیسے ایک شخص کو جانوروں کے سامنے نماز پڑھنے سے ریا نہیں ہوتی۔ اسی طرح خدا تعالیٰ کے مقبول بندے اسکے ہاتھ سے پاک کئے ہوئے وجود ان دنیاداروں کی ریا کی کیا پروا کر سکتے ہیں۔ واقعی یہ حالت ہے مگر ناآشنا اور ناواقف لوگوں کو کوئی کیونکر بتائے۔

ساری عمر یہ سنتے آئے اور باوجود یہ کہنے کے کہ تم میں سے بعض کی عمر ان منکران خلافت کی بیعت سے کم ہے۔ آجتک انہیں یہ معلوم نہیں ہوا کہ حضرت مسیح موعود ہمیشہ فرمایا کرتے ہیں۔ الطریقۃ کلہ ادب اور کبھی گر حفظ مراتب نہ کنی زندیقی۔ مگر آج انہیں اتنا بھی گوارا نہیں کہ حضرت صاحبزادہ کے نام کے ساتھ کوئی تعظیمی کلمہ اضافہ ہو۔ وہ نہایت حقارت سے میاں محمود احمد لکھتے اور اپنے خیال میں چمگادڑ کی طرح الٹا لٹکنے سے آسمان کو سہارا دیتے ہیں۔ میاں محمود احمد کی شان فقط محمود کہو تو بھی وہ محمود ہے حضرت صاحبزادہ کہو تب بھی وہی ہے وہ ایسے مقام پر آکر کھڑا ہوا ہے کہ تم اسکی ذم کر نہیں سکتے۔ اسکا علاج تو ایک ہی ہے جو سعدی رح نے بتایا ہے۔

بمیر تا بہی اے حسود کیں رنجے است
کز مشقت آن جز بمرگ نتواں رست

مگر میں کہتا ہوں کہ یہ بھی علاج نہیں کاش موت اس عذاب سے چھڑا سکتی وہ تو ایک اور عذاب کے قریب کریگی۔ غرض بات اور طرف چلی گئی۔ میں نے اپنے مضمون کے آغاز میں یہ ظاہر کیا تھا۔ کہ سلسلہ کی کوئی زبردست تحریک نہیں جو حضرت صاحبزادہ صاحب کے ہاتھ پر زندہ نہ ہوئی ہو۔ چنانچہ میں نے واقعات اور دلائل سے بتایا ہے کہ مدرسہ تعلیم الاسلام۔ مدرسہ احمدیہ اور ریویو آف ریلیجنز آپ ہی کی کوششوں سے زندہ ہے ہیں ورنہ اسوقت تک یہ تحریکیں موجودہ صورت میں مٹ چکی ہوتیں۔ اب حضرت صاحبزادہ صاحب کی کوششوں نے انپر سے موت کے تسلط کو اٹھا دیا ہے کیونکہ جب تک مدرسہ احمدیہ سے ایک طالب العلم بھی نکلیگا۔ اور اسکے ایک طالب العلم کے دینی فیوض سے فائدہ اٹھانے والوں میں سے ایک بھی باقی ہوگا۔ وہ اس مدرسہ کی بولتی ہوئی شہادت ہوگا ایسا ہی مدرسہ تعلیم الاسلام کا حال ہے اور جب تک ریویو سے فائدہ اٹھانے والا کوئی متنفس بھی باقی ہوگا۔ اور ریویو کا ایک کاغذ بھی موجود رہیگا وہ شہادت دیگا۔ کہ اگر اسکے بانی حضرت مرزا غلام احمد صاحب مسیح موعود علیہ السلام کی قدسی قوت نے اس پودہ کو لگایا تھا تو حضرت صاحبزادہ مرزا محمود احمد صاحب کی کوشش اور سعی نے اسکو مرجھا جانے سے ایک وقت بچایا تھا

زبانیں ان خدمات کا انکار کر سکتی ہیں دیکھتی ہوئی آنکھیں ممکن ہیں منکر ہو جائیں۔ مگر وہ شہادتیں جو دنیا کے مختلف حصوں سے اٹھیں گی اور کرہ عالم میں گونجیں گی کوئی ہاتھ اور قدرت انہیں روک نہیں سکتی۔ اور یہ تو ابتدا ہے وقت آیا ہے کہ وہ جسے کہا جاتا ہے کہ اسنے کوئی خدمت نہیں کی۔ جس پر یہ تمسخر ریز فقرہ کسا جاتا ہے کہ اسکی عمر بعض کی خدمات سے چھوٹی ہے اپنے بار و بر سے دنیا کے لئے ایک فضل کا ذریعہ ثابت ہو۔ خدا تعالیٰ کے وعدے سچے ہیں۔ اور وہ پورے ہو کر رہینگے۔ تو میں اس وجود کے ذریعہ نجات پائیں گی۔ اور وہ فی الواقعہ بہتوں کی رستگاری کا موجب ہوگا۔ نادانو! خدا نے تمہیں اسکی شناخت کی توفیق سے تمہاری عجب پندار کے بدلے میں محروم کر دیا۔ تو اپنی زبانوں پر قابو پاؤ۔ اسپر اعتراض نہ کرو اسکے نیچے خود آؤ گے یا تمہاری اولاد مبتلا ہوگی۔

تم میں سے بہت ہیں جنھوں نے حضرت خلیفۃ المسیح رضی اللہ عنہ سے سنا ہوگا۔ کہ بٹالوی کو اولاد کی طرف سے جو رنج و غم پہنچا۔ اسکی جڑ کیا تھی؟ اسی پاک وجود پر اعتراض کا خمیازہ اس بڈھے کو برداشت کرنا پڑا۔ ڈرو اور خدا کے خوف سے تمہارے دل کانپ جانے چاہئیں جو راہ تمنے اختیار کی ہے۔ یہ فلاح کی راہ نہیں گھبراؤ نہیں جلد پتہ لگ جائے گا۔

باکہ باختہ شب دیجور

آئندہ نمبر میں انشاء اللہ بتا دونگا کہ حضرت صاحبزادہ صاحب نے سلسلہ احمدیہ کے بچانے کی کیا کوشش کی ہیں۔ وباللہ التوفیق

امیر المنکرین کا نیا اصول قرآن دانی

مولوی محمد علی صاحب نے اپنے ۹ جنوری ۱۹۱۵ء کے درس قرآن میں ایک عجیب نکتہ معرفت بیان کیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآن مجید کی تمام خوبیوں اور کمالات پر آپ نے پانی پھیر دیا ہے آجتک ہم یہی سمجھتے تھے حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور آپ کے بعد خلیفہ اول رضی اللہ عنہ نے ہمیشہ بڑے زور شور سے دعوی کیا کہ قرآن مجید ہی ایک ایسی کتاب ہے جو اپنے دعوی کے ساتھ دلائل رکھتی ہے اور کوئی ایسی بات نہیں کرتی جس کی صلحم نے بیخ نہیں کی جسکی دلیل نہ دی ہو مگر آج مولوی محمد علی ایک نکتہ معرفت بیان کرتے ہیں۔

یہ فرق یاد رکھو کہ ایک نبوت کا کام ہوتا ہے اور دوسرا انعام کام یہ ہے کہ اللہ کی طرف سے حکم پاکر لوگوں کو پہنچاتا ہے اور بلا کسی دلیل کے اس حکم کو مانتے اور اس حکم پر عمل کرنے کو کہتا ہے ایسا شخص حقیقی اور مستقل نبی ہوتا ہے لیکن جسکا حکم بغیر کسی اور دلیل کے واجب التعمیل نہیں وہ حقیقی

خواجہ کمال الدین صاحب کی خودکشی یا اخلاقی موت

خواجہ کمال الدین صاحب نے ولایت سے واپس آکر جو خدمت سلسلہ عالیہ احمدیہ کی کی ہے۔ وہ اس خلیج کو وسیع کرنا ہے جو ان کے احباب نے ان کی غیر حاضری میں سلسلہ عالیہ احمدیہ میں اختلاف اور شقاق پیدا کرنے کے لئے عملی طور پر حضرت خلیفۃ المسیح اول رضی اللہ عنہ کی وفات پر پیدا کی تھی۔ اس صلح کے مجسمہ اور ٹالرنس کے دیوتا نے لاہوری انجمن کی نوماہی پریذیڈنسی پر لیکچر دیا۔ اسکا عنوان تھا اندرونی اختلافات سلسلہ احمدیہ کے اسباب لیکچر کا عنوان دلچسپ تھا اور لوگوں کو جمع کرنے کے لئے مختلف طریق اختیار کرنے کے باوجود بھی جو عزت اس لیکچر کی لاہور کی پبلک نے اپنی دلچسپی سے کی وہ خواجہ صاحب کو انکے لنڈنی یا بمبئی کے ایک لیکچر کے واقعات یاد دلانے کو کافی ہے۔

میری غرض خواجہ صاحب کے اس لیکچر پر ایک تنقیدی بحث کرنا ہے اور میں قوم کو دکھا دینا چاہتا ہوں۔ کہ یہ غیر ذمہ وار لوگ کس طرح پر قوم کو حق سے دور لیجانے کے لئے کوشش کرتے ہیں۔ مگر واقعات نے بتادیا ہے کہ ان جادوگروں کا طلسم جو خدمات اور اپنی تعریفات کے پردوں میں تھا۔ خدا کے فضل سے پاش پاش ہو چکا ہے اگرچہ ان غیر ذمہ دار لوگوں نے بارہا شور مچایا۔ اور بالحکم کی تحریروں کو بے اثر کرنے کے لئے عجیب عجیب قسم کے تیرے برسے مگر واقعات کی روشنی میں جب انکو کھڑا کر دیا گیا تو حقیقت کے چہرہ سے پردہ اٹھ گیا۔ اور اب حقائق پسند قوم سحر سامری کا مغالطہ نہیں کھا سکتی۔ کیونکہ اب واقعات اور بھی روز روشن میں آرہے ہیں۔ میں ان تنقیدی مضامین میں کسی ترتیب واقعات کا لحاظ نہیں رکھونگا۔ بلکہ واقعات کی اہمیت کے لحاظ سے میں تقدیم و تاخیر کرونگا وباللہ التوفیق۔

خواجہ صاحب نے واقعات افسوسناک سے اپنے لیکچر کو بیجا طول دیا ہے مگر یہ طول انکے لئے اخلاقی موت سے کم نہیں۔ ایک شخص جو دنیا میں اپنے آپکو مسلم مشنری اور خود ساختہ لیڈر کی حیثیت سے پیش کرتا ہے اپنے آپکو باوجود حضرت مسیح موعودؑ کے خواص میں داخل کرکے حقائق پسند قوم پر رعب ڈالنا چاہتا ہے۔ جب کہ ایک پبلک لیکچر میں ایسے واقعات پیش کرتا ہے۔ جنکا کوئی تاریخی ثبوت ہونا لازمی ہے تو ہمارا اور ہر شخص کا حق ہے کہ اس سے مطالبہ کرے کہ یا وہ اس کو ثابت کرے۔ ورنہ وہی واقعہ اسکی اپنی اخلاقی موت کے فتوے پر اپنا دستخط ہوگا۔ (۱) جاپانی سفارت خواجہ صاحب نے اپنے اسباب اختلاف کے صفحہ ۲ پر لاہوری احباب کے مناقب اور فضائل بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے۔

اور کون ہے جسکو شاہ جاپان کے لئے کتاب لکھ کر میرا میرزا بھیجنا چاہتا تھا۔ (صفحہ ۷ سطر ۵ و ۶)

کاش خواجہ صاحب! اس بزرگ کا نام تو لکھدیتے تو قوم کو اسکی تلاش و جستجو کی تکلیف گوارا نہ کرنی پڑتی۔ لیکن خیر انہوں نے اگر اس شہسوار کے نام کو چھپایا ہے تو ہم بھی اظہار کی ضرورت نہیں سمجھتے۔ جیسے خواجہ صاحب نے برنگ سوال مطالبہ کیا ہے میں بھی سوال ہی کے رنگ میں قوم کی توجہ اور خواجہ صاحب کی بصیرت کے لئے ایک واقعہ لکھتا ہوں۔ اور اس سے پہلے یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ کون شخص تھا جس نے ۲ جون ۱۹۰۵ء کو جاپان میں تبلیغ سلسلہ کا سوال حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے حضور پیش کیا تھا؟ اور وہ کون شخص تھا (۲) جس نے یہ سوال آریوں کی مثال دیکر برنگ ترغیب پیش کیا تھا؟ اور وہ کون شخص تھا جسے (۳) حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس تحریک پر تنبیہ کی تھی۔ خواجہ صاحب اور انکے امثال کبھی ان سوالات کا جواب دینے کی جرأت نہیں کرینگے۔ اور جب کرینگے انہیں اپنی اخلاقی موت کے وارنٹ پر آپ دستخط کرنے پڑینگے۔

خواجہ صاحب نے لنڈن میں رہکر شاید اس مسئلہ کو خوب یاد کر لیا ہے کہ پبلک کا حافظہ کمزور ہوتا ہے۔ اسی لئے انہوں نے اس امر کے اظہار میں ذرا بھی پروا نہیں کی۔ کہ گویا حضرت مسیح موعود علیہ السلام شاہ جاپان کو تبلیغی نامہ خواجہ صاحب کے ہاتھ بھیجنا چاہتے تھے وہی خواجہ جو ایک ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کو ملنے کے لئے جاتے ہیں۔ تو خدا تعالیٰ اپنے مامور کو وحی کرتا ہے کہ وہ عقل یہیں چھوڑ گئے وہی خواجہ جو اتنی جرأت اور حوصلہ نہیں کر سکتا کہ جلسہ مذاہب کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا اعلان شائع کردے۔ وہی خواجہ جو رامپور کے مباحثہ میں ان لوگوں کو لیکر جو مباحثہ سے رکنا چاہتے تھے مراد آباد چلا جاتا ہے۔ تاریخ اپنے آپ کو دہراتی ہے اور دہرائیگی۔ خواجہ صاحب کے پاس اس واقعہ عظیم کا کوئی ثبوت ہے تو وہ پبلک میں پیش کریں۔ غالباً حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا وہ گرامی نامہ جس کی بنا پر انہیں یا انکے کسی رفیق کو منتخب کیا گیا تھا۔ انکے پاس ہوگا اور اسکا عکس بھی وہ ضرور شائع کرینگے۔ مگر یہی ایک تاریخی واقعہ حضرت اقدس کی زندگی میں شائع شدہ ملتا ہے۔ جس کی کبھی تردید نہیں کی گئی اسے ہم پیش کر دیتے ہیں۔

۲۶ جون کو ایک دوست نے تحریک کی کہ جاپان میں تہذیب کی بہت ترقی ہوئی ہے۔ اور عیسائی لوگ اس بات کی کوشش کر رہے ہیں کہ تمام جاپانی عیسائی ہو جائیں۔ آریوں نے بھی لاہور میں جاپانی زبان سیکھنے کے واسطے ایک مدرسہ قائم کیا ہے۔ اور جاپان میں کئی آدمی بھیجے ہیں اگر مناسب ہو تو سلسلہ حقہ کی اس ملک میں اشاعت کے واسطے تجویز کی جاوے۔

اس پر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔ ہر نبی اور رسول کا آخری زمانہ اسکے سلسلے کی نصرت کا ہوتا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ نبوت کا بہت سا حصہ مصائب اور تکالیف میں گزرا تھا۔ اور فتوحات اور نصرت کا زمانہ آپ کی عمر کا آخری حصہ ہی تھا۔ ہم بھی اپنی عمر کا بہت سا حصہ طے کر چکے ہیں اور زندگی کا کچھ اعتبار نہیں۔ اب خدا کے وعدوں کے پورا ہونے کے دن ہیں۔ ہماری حالت وہ ہے کہ عدالت میں مدت سے کسی کا مقدمہ پیش ہے اور اب فیصلہ کے دن قریب ہیں ہمیں مناسب نہیں کہ اور طرف توجہ کر کے اس فیصلہ میں گڑبڑ ڈال دیں۔

فی الحال موجودہ معاملات میں دعا اور توجہ کی بہت ضرورت ہے اور ہم خدا پر بھروسہ رکھتے ہیں کہ معاملہ دور جانے والا نہیں ایسے معاملات میں آریوں کے ساتھ ہماری کوئی مناسبت نہیں ہو سکتی۔ وہ قوم کو بڑھانا چاہتے ہیں اور ہم دنیا میں تقویٰ اور نیکی کو قائم کرنا چاہتے ہیں۔ اگر ہم آریوں کی نقل کرنا چاہیں تو انکی پیروی ہمارے لئے منحوس ہے۔ اور ہمکو وحی کرنے والے گویا وہی ٹھہرینگے اگر خدا تعالیٰ جاپانی قوم میں کسی تحریک کی ضرورت سمجھیگا تو خود ہمکو اطلاع دیگا۔ عوام کے واسطے امور پیش آمدہ میں استخارہ ہوتا ہے۔ اور ہمارے واسطے استخارہ نہیں۔ جب تک پہلے سے خدا تعالیٰ کا منشاء نہ ہو۔ ہم کسی امر کی طرف توجہ کر ہی نہیں سکتے۔ ہمارا دارومدار خدا تعالیٰ کے حکم پر ہے انسان کی اپنی کی ہوئی بات میں اکثر ناکامی ہی حاصل ہوتی ہے اگر خدا چاہیگا تو اس ملک میں طالب اسلام پیدا کرنے کا جو خود ہماری طرف توجہ کریں گے یہ آخری زمانہ ہے ہم فیصلہ سننے کے انتظار میں ہیں۔ ماں سب سے زیادہ ضروری بات یہ ہے کہ میں اپنی جماعت کے سب لوگوں کو توجہ دلاتا ہوں کہ یہ دن بہت نازک ہیں خدا سے ہراساں و ترساں رہو۔ ایسا نہ ہو کہ یہ سب کیا ہوا برباد ہو جاوے اگر تم دوسرے لوگوں کی طرح ہو گے تو خدا تم میں اور ان میں فرق نہ کریگا اگر تم خود اپنے اندر نمایاں فرق پیدا نہ کرو گے تو پھر خدا بھی تمہارے لئے کچھ فرق نہ رکھیگا۔

عمدہ انسان وہ ہے جو خدا کی مرضی کے موافق چلے ایسا انسان ایک بھی ہو تو خدا اسکی خاطر اگر ضرورت پڑے تو ساری دنیا کو غرق کر دیتا ہے۔ لیکن اگر ظاہر کچھ اور ہو اور باطن کچھ اور تو ایسا انسان

منافق ہے اور منافق کافر سے بدتر ہے۔ سب سے پہلے دلوں کی تطہیر کرو۔ اگر ہم اپنے آپکو درست نہ کریں گے۔ تو ہم سب سے پہلے ہلاک ہونگے۔ اگر خدا نہ چاہے تو جاپان میں کیا رکھا ہے۔ ہاں زبان سیکھنے میں کوئی حرج نہیں داشتہ آید بکار۔ اگر ہمیں خدا کا حکم ہو۔ تو بغیر زبان سیکھنے کے آج ہی چل پڑیں۔ ہم ایسے معاملات میں کسی مشورہ پر چل نہیں سکتے۔ خدا کے منشاء کے قدم بقدم چلنا ہمارا کام ہے۔"

یہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا جواب جو خواجہ صاحب کو انکی تحریک پر دیا گیا۔ خواجہ صاحب بھول گئے ہوں۔ کیونکہ وہ بہت جلد بھول جاتے ہیں۔ تو اب یاد تازہ کرلیں۔ حضرت مسیح موعود کے حضور جو مبادرت اور تقدم علی الامام خواجہ نے اس تحریک سے کیا۔ اسوقت اسکی ہمیں سمجھ نہ تھی۔ مگر آج ان الفاظ کو لفظ بلفظ پورا ہوتے ہوئے دیکھتے ہیں۔ خواجہ آج حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی نبوت و رسالت کا منکر ہے مگر حضرت مسیح موعود اس جاپانی تحریک کا جواب اپنے اسی منصب سے دے رہے ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جو منافق کی بحث اس نصیحت میں کی ہے۔ اسکا تعلق صاحب ذوق لوگ آج بخوبی اٹھا سکینگے۔ انبیاء علیہم السلام کا طریق ہے کہ وہ کسی کو لگا کر بات نہیں کیا کرتے۔ عام رنگ میں کلام فرمایا کرتے ہیں۔ مگر واقعات انکی تقریروں کے محل خصوصی کا اظہار آپ کر دیتے ہیں۔ یہ ہیں جاپانی تبلیغ کے مدعی اور منتخب سپہ سالار کی حقیقت کا راز۔

ناظرین حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ان کلمات کے بعد خیال کرلیں کہ خواجہ صاحب کا یہ دعویٰ حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر افترا ہے پس جو شخص اپنے امام پر ایک واقعہ کو گھڑ لیتا ہے تاکہ کسی طرح اسکی عزت قائم رہ سکے اسکی اخلاقی موت میں کیا شبہ ہے۔ اب امید ہے کہ خواجہ صاحب اور انکے دوست اپنے اس فقرہ کو یوں پڑھنا زیادہ پسند کرینگے۔

اور کون ہے جسکو شاہ جاپان کی تبلیغ کی تحریک پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ڈانٹا تھا۔ اور دلوں کی تطہیر کا حکم دیکر نفاق سے ڈرایا تھا۔

اگر در خانہ کس است حرفے بس است

اس مصیبت کی جڑ یہ ہے کہ خواجہ صاحب اور انکے غیر ذمہ دار دوستوں کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر اس حیثیت سے ایمان ہی نہیں جو انہوں نے خدا تعالیٰ کے منشاء اور وحی کے ماتحت دنیا میں پیش کی تھی۔ اللہ تعالیٰ کی متواتر وحی نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا نام نبی اور رسول رکھا۔ اور بالآخر جری اللہ فی حلل الانبیاء رکھا یہ سچ اور بالکل سچ ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی نبوت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کامل اتباع بلکہ فنا فی الاتباع کا نتیجہ تھی۔ اور وہ کوئی جدید ناسخ شریعت لیکر نہ آئے تھے۔ بلکہ قرآن مجید ہی کی حکومت اور شریعت کے احیاء اور اظہار کے لئے آپ کی بعثت ہوئی تھی مگر یہ غیر ذمہ دار لوگ جو محض انجمن کے ممبر ہونے کی وجہ سے اپنے آپکو ذمہ دار اور دوسروں کو غیر ذمہ دار کہتے ہیں۔ آپ کے درجہ اور رتبہ کو گھٹانا چاہتے ہیں۔ بلکہ خواجہ تو اسقدر جرأت اور دلیری سے کام لے رہا ہے کہ نعوذ باللہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو

کاذب اور کافر قرار دیتا ہے

کیا یہ سچ نہیں کہ حضرت مسیح موعود نے اپنی آخری تحریر میں جو اخبار عام میں شائع ہوئی صاف الفاظ میں لکھا کہ میں خدا تعالیٰ کے حکم کے موافق نبی ہوں اور اگر میں اس سے انکار کروں تو میرا گناہ ہوگا اور جس حالت میں خدا میرا نام نبی رکھتا ہے تو میں کیونکر انکار کر سکتا ہوں میں اسپر قائم ہوں اسوقت تک کہ میں دنیا سے گذر جاؤں۔

اب حضرت مسیح موعود کا عقیدہ اپنی نبوت اور رسالت کے مواقع تو اس سے ظاہر ہے اور آپ کی تصانیف اس سے بھری ہوئی ہیں۔ لیکن خواجہ صاحب کے نزدیک ایسا شخص کافر اور کاذب ہے۔ اب میں نہیں جانتا کہ جو شخص حضرت مسیح موعود کو اپنے دعوٰی نبوت و رسالت میں کاذب اور کافر سمجھتا ہے وہ احمدیت کے ساتھ کیا تعلق رکھتا ہے مجاز اور حقیقت کی بحث ایک غیر ضروری چیز ہے کیونکہ کوئی احمدی اس بات پر یقین نہیں رکھتا کہ حضرت مسیح موعود کی نبوت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت سے غیر کوئی چیز تھی۔ یا آپ کوئی ایسی شریعت لیکر آئے تھے جو قرآن کے مخالف ہو آپ قرآن کریم کے ہی خادم اور معلم تھے۔

اسکے بعد خواجہ صاحب نے بڑا زور اس بات پر دیا ہے اور انکے لیکچر کا خلاصہ یا کل سرمایہ یہ ہے کہ اگر خواجہ اور انکے ہم نوا موجودہ اختلاف میں غلطی پر ہیں تو پھر حضرت مرزا صاحب قبلہ نعوذ باللہ

ناکام و نامراد گئے

یہ تو کوئی ناکام و نامراد ہی ایسا کہہ سکتا ہے خدا تعالیٰ کی متواتر وحی نے تو یہ فرمایا لا یبقی لک من المخزیات ذکرا۔ اور خواجہ صاحب مخزیات ثابت کرنا چاہتا ہے کیا کافر اور کاذب کہکر تسلی نہ ہوئی تھی جو اب نامراد کہنا شروع کیا۔ دو چار دس نہیں۔ اگر دس ہزار اور دس لاکھ انسان بھی نعوذ باللہ مرتد ہو جاتا اور ایک بھی حضرت احمد کا ماننے والا باقی نہ رہتا تو کیا حضرت مسیح موعود کی ناکامی کی دلیل ہوتی۔

اگر یہ کلیہ اور قاعدہ درست ہے تو معلوم ہوا خواجہ صاحب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی نعوذ باللہ ناکام ہی قرار دیتے ہونگے۔ کیونکہ آپ کی وفات کے بعد جو فتنۂ ارتداد پیدا ہوا تھا۔ اسکی صداقت میں ارتداد عرب ایک مشہور واقعہ ہے خواجہ صاحب کو شاید یاد نہ ہو۔ وہ اپنے امیر اور امام رئیس المنکرین سے پوچھ لے کہ جو مضمون اسنے "الٰہی سلسلے اور ارتداد" کے عنوان سے لکھا تھا۔ اس میں اسنے تو ارتداد محض کو بھی ناکامی قرار نہیں دیا۔ اگر یہوداسکریوطی جو بارہ حواریوں میں شامل کیا گیا۔ اور جن پر حضرت مسیح کو اسقدر اعتبار تھا کہ وہ خزانچی بنا دیا گیا تھا۔ مسیح کے گرفتار کروا دینے سے بھی مسیح کی ناکامی کا ذریعہ نہیں ہو سکتا۔ اور اگر پطرس باوجود جنت کی کنجیوں کو لیکر بھی لعنت کرنے سے مسیح کی ناکامی کا باعث نہیں ہو سکتا۔ اور اسی طرح عبداللہ ابن ابی سرح باوجود کاتب وحی ہونے کے مرتد ہو کر اور عبداللہ بن جحش باوجود مہاجر ہونے کے پھر مرتد ہو کر نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی ناکامی کا باعث نہیں ہو سکتا۔ تو

خواجہ کا یہ نیا اجتہاد گزشتہ سے زیادہ وقعت نہیں رکھتا

خواجہ اور اسکے رفقا کیا یہودہ اسکریوطی اور پطرس سے بڑھکر ہیں زیادہ سے زیادہ وہ ان بزرگوں کے ہمرتبہ ہونگے۔ پھر انکے ارتداد نے اگر مسیح ناصری کا کچھ نہیں بگاڑا۔ تو خواجہ صاحب اور اسکے رفقاء کا انکار خلافت اور حضرت مسیح موعود کی شان اور رتبہ پر حملہ کرنا

سلسلہ کی ناکامی کی دلیل نہیں

ہاں سلسلہ کی ناکامی کی دلیل یہ تو ہو سکتا ہے کہ ساری جماعت کو نعوذ باللہ غیر متقی قرار دیا جائے اور ان خمسہ متحیرہ کو باوجود انکی اس قسم کی ناسزا کوششوں کے بھی سلسلہ میں داخل سمجھا جاوے۔ پس خواجہ صاحب اپنے امام و امیر رئیس المنکرین کا وہ مضمون پڑھیں گے جو الٰہی سلسلے اور ارتداد کے عنوان سے اسنے لکھا تھا۔ تو انہیں ہوش آجائے گی۔ اور اگر وہ تکلیف نہ اٹھانا چاہیں تو میرے نام سے مکرر چھاپ دونگا۔

غرض خواجہ صاحب نے اپنے اس لیکچر میں حضرت مسیح موعود کی کسر شان کے لئے خوب زور لگایا ہے۔ اور وہ دیکھ لے گا کہ

انی مھین من اراد اھانتک

کے کیا معنے ہیں۔

پھر خواجہ صاحب نے قوم کو جاہل اور معاملہ فہمی کے مقام سے

نیچے گرایا ہے۔ خواجہ صاحب نے اپنے اس لیکچر میں کوئی نئی بات نہیں پیش کی۔ بلکہ جو کچھ انکے مقتدا و معاونین اس سے پہلے پیام میں لکھ چکے تھے اور ساری قوم کو جاہل غیر اہل الرائے اور کیا کیا کہہ چکے تھے خواجہ صاحب نے اسی کو دوسرا رنگ دیکر کہدیا۔ کہ بعض معاملات کا سمجھنا نہایت باریک فہم چاہتا ہے اگر خواجہ صاحب یا انکی رفقاء کی جماعت اس فہم باریک سے اسی کی حصہ دار یا واحد ٹھیکہ دار ہے تو پھر تو معاملہ صاف ہے اگر یہ فہم جماعت کے دوسرے افراد کو بھی ملا ہے تو اب ایک نیک اور مخلص جماعت کو

جذبات کے ماتحت فروخت ہو جانیوالی قوم

کہنا ساری قوم کی ہتک اور ان کے پاک اور نیک ارادوں اور نیتوں کی تحقیر ہے اور میں نہیں سمجھتا بجز اعلیٰ درجے کے صبر کرنیوالوں کے کون ہے جو اس تحقیر کو جائز رکھیگا۔

پھر خواجہ صاحب نے حضرت مسیح موعود کی تحقیر آپ کی جماعت کی تحقیر کرنے کے بعد اپنے فضائل اور مناقب اپنی زبان سے دہرائے ہیں۔

جاپانی سفارت کا واقعہ تو میں پہلے بیان کر آیا ہوں۔ اسکے بعد خواجہ صاحب لکھتے ہیں۔

"کیا ہم میں سے بعض من وجہ یا فی الواقعہ آپ کی زندگی میں مہاجر نہیں تھے"۔ یہ ایک دعویٰ ہے جسکا کوئی ثبوت نہیں۔ خواجہ صاحب کے دل میں اس دعوے کے پیش کرتے وقت کمزوری کا احساس اسی سے پایا جاتا ہے کہ بعض اور من وجہ کے الفاظ میں پناہ لینی پڑی۔ لیکن اگر ہم بطریق تنزل مان لیں تو پوچھتے ہیں کہ کیا خواجہ نے کبھی قادیان میں مکان بنایا یا بنانیکی کوشش کی۔ یا انکے رفقاء نے باوجود بڑے متمول ہونے کے کبھی ایسا انتظام کیا۔ پھر انکی مہاجرت من وجہ بھی نہیں رہ جاتی اور تو اور میرا خیال ہے کہ ڈاکٹر یعقوب بیگ خواجہ کمال الدین اور ڈاکٹر محمد حسین صاحب نے تو وصیت تک بھی نہیں کی اور شاید آجتک بھی نہ کی ورنہ خواجہ کمال الدین کی بیوی مرحومہ جس کے لئے وہ کہتے ہیں اشاعت اسلام کے لئے انکی بڑی ممد اور معاون تھی کیوں مقبرہ بہشتی میں نہ بھیجی جاتی۔

پھر اگر من وجہ انکو مہاجر خواجہ ہی کے الفاظ میں مان لیں تو کیا یہ عبداللہ بن جحش کی سی ہجرت نہ ہوگی؟ اور یہ عجیب ہجرت تھی کہ قادیان رہنے کا کوئی انتظام اور فکر نہیں بلکہ وہ بعض وجوہ من وجہ ہجرت کرنیوالے بھی قادیان سے چلے جانیکے لئے ہمیشہ تیار ہے اور آخر موقعہ ملتے ہی چلے گئے۔ اس مہاجرت سے ہمارے دل پر کوئی اثر اور شوکت نہیں پیدا ہوتی۔

پھر خواجہ صاحب نے جماعت کے علم افراد سے پوچھا ہے کہ وہ ان لوگوں کی نسبت حضرت اقدس کی وفات تک کیا رائے رکھتے تھے مجھے تو کچھ بھی ضرورت نہیں کہ اسپر بحث کروں تھوڑی دیر کے لئے فرض کرلو کہ جماعت کے عام افراد انہیں بڑے صلحاء اکابر اور اہل الرائے غوث قطب سمجھتے تھے لیکن کیا جماعت کو یہ حق نہیں کہ جب وہ انکی حالت متغیر پائیں انکی نسبت اپنی رائے تبدیل کرلیں۔ خواجہ اور انکے رفقاء یاد رکھیں کہ عباس علی۔ عبدالحق۔ الٰہی بخش اور محمد یوسف اور بالآخر محمد یوسف افغان اور محمد سعید اور ڈاکٹر عبدالحکیم کے متعلق انکی کیا رائے تھی۔ اور خود حضرت امام کی کیا رائے تھی۔ آخر جب واقعات نے انہیں سلسلہ سے کاٹ ڈالا تو انکی حقیقت کا راز کھل گیا۔ کیا یہ امت خیر الامم نہ تھی اور کیا تحت ادیم السماء اب مخضوب نہیں کہلاتی اور خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان پر اسکے متعلق یہود سے مشابہت کے الفاظ جاری نہیں ہوئے پھر ایک وقتی حقیقت یا عارضہ کو ابدی یا واقعیت کا رنگ دے لینا جائز ہے تو دنیا میں کوئی آدمی شریر اور بدمعاش نہیں ہو سکتا۔ نہ کوئی فاسق فاجر ہو سکتا ہے حقایق پسند قوم ان بھول بھلیوں میں نہیں آسکتی۔

اگر یہ کوئی سند صداقت ہے کہ قوم کا روپیہ کسی شخص کی قلم کے نیچے ہو اور اسے ٹھوکر نہ لگے تو پھر تمہارے اس کلیہ کے ماتحت

یہودا اسکریوطی بڑا پاکباز تھا

کیونکہ وہ مسیح کا خزانچی تھا۔ حضرت مسیح موعود کو ان لاکھوں روپیہ کا فکر نہ تھا۔ بلکہ ایسے لوگوں کا فکر تھا جو ان اموال کو دیکھکر ٹھوکر نہ کھا دیں اور بدقسمتی سے یہ ٹھوکر بعض کو لگی۔ اور انہوں نے اس حکومت کا ابدی اجارہ لے لینا چاہا۔ تب خدا تعالےٰ نے انہیں نکال کر باہر پھینک دیا۔ یہ واقعات ہیں انکو کوئی جھٹلا نہیں سکتا۔

خواجہ صاحب نے اپنے لیکچر میں اکثر واقعات بیان کئے ہیں۔ لیکن تعجب اور حیرت کا مقام ہے کہ جو شخص معمولی اور چھوٹے چھوٹے واقعات میں بھی صحت اور واقعیت کو قائم نہیں رکھ سکتا وہ کسی طرح اس امر کا مستحق ہے کہ

لوگ اسکی بات سنیں

ایسا شخص عقلمندوں اور اہل انصاف کے نزدیک زندہ نہیں۔ بلکہ مردہ ہے اور پبلک میں ہو کر جو واقعات کو تبدیل کرتا ہے یا غلط بیان کرتا ہے وہ اپنی اخلاقی موت کا مرتکب ہوتا ہے۔ ایک واقعہ میں اوپر بیان کر آیا ہوں۔ اب دوسرا واقعہ ایک اور پیش کرتا ہوں۔

انجمن کا اجتہادی سرٹیفکیٹ

رئیس المنکرین نے سب سے اول ۲۷ اکتوبر والی ایک تحریر کو شائع کیا۔ اور اب اسی کا حوالہ خواجہ صاحب یوں دیتے ہیں۔ "پھر اس تحریر کا بھی ذکر کرو۔ جو حضرت میر ناصر نواب صاحب کی بے ضابطگیوں پر میری ہی تحریک سے حضرت مرزا نے لکھی تھی"۔

یہاں خواجہ صاحب نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ یہ تحریر خواجہ صاحب کی تحریک پر حضرت صاحب نے لکھی تھی۔ دوسرے حصہ کو کہ حضرت میر ناصر نواب کی بے ضابطگیوں پر بھی تھی یا کیا میں اسوقت چھوڑ دیتا ہوں اسکے یہ معنے نہیں کہ یہ صحیح ہے یہ بھی غلط ہے لیکن مجھے صرف اس حصہ کی پڑتال کرنا مقصود ہے جو خواجہ صاحب نے اپنی ذات والاصفات سے منسوب کیا ہے۔

اگر یہ ثابت ہو جائے کہ اس تحریر کا محرک خواجہ ہی تھا تو کچھ شک نہیں کہ خواجہ کی اس خصوص میں یہ بات قابل وقعت تسلیم ہونی چاہئے لیکن اگر یہ جھوٹ اور سیاہ جھوٹ ہو تو پھر

خواجہ کی خودکشی کا یہ ایک اور ثبوت ہوگا

اسکے لئے میں خیالی یا منطقی دلائل پیش نہیں کرنا چاہتا۔ بلکہ انجمن کے اپنے فیصلہ اور رجسٹر دکھاتا ہوں۔ کہ وہ اس بارہ میں کیا شہادت دیتے ہیں۔

اس تحریر کے متعلق اس سے پہلے میاں معراج الدین صاحب عمر نے ایک اشتہار رئیس المنکرین کے نام بطور کھلی چٹھی کے شائع کیا تھا۔ جس کا جواب وہ آجتک نہیں دے سکے اور اب خواجہ صاحب نے اس تحریر کو پھر مجدداً پیش کیا ہے۔ خواجہ صاحب نے اس تحریر کے متعلق یہ دعویٰ کیا ہے کہ یہ انکی تحریک سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے لکھی تھی۔ اس دعوے کا اول تو کوئی ثبوت پیش نہیں کیا اور کم از کم کوئی تحریری درخواست خواجہ صاحب کی ہونی چاہیئے یا انجمن کے کاغذات میں خواجہ صاحب کی تحریک کا ذکر ہو۔

برخلاف اسکے انجمن کے کاغذات اور روئداد میں ریزولیوشن نمبر ۵۹۷ کے الفاظ میں درج ہے کہ سیکرٹری اور خانصاحب محمد علیخان صاحب اور شیخ یعقوب علی صاحب کے استعفیٰ پیش ہو کر پڑھے گئے استعفوں کے پیش ہونے کے بعد ہی حضرت اقدس بھی مجلس میں تشریف لے آئے اور آپکے حکم سے یہ استعفیٰ نامنظور کرکے واپس کئے گئے۔

اب اس سے اگر کوئی بات ثابت ہوتی ہے تو اسقدر کہ حضرت مسیح موعود اس شخصیت سے کہ جسکا خواجہ صاحب بار بار ذکر کرتے ہیں اور کبھی لوگوں کو کہتے ہیں کہ بمبئی وہ اسکے گرفتار کرانے گیا تھا اور کبھی کسی رنگ میں اس سے بدظن کرتے ہیں) حضرت مسیح موعود استعفیٰ واپس دلاتے ہیں اور نامنظور فرماتے ہیں اور اسکے ضمن میں وہ تحریر کرتے ہیں جسکا ذکر وہ فخریہ کرتے ہیں۔ اس تحریر کے ذریعہ اگر کسی کی صداقت ثابت ہوتی ہے تو وہ شیخ یعقوب علی ہے جسکے استعفیٰ کو حضرت اقدس نے واپس کر دیا اور انجمن کو سارٹیفکیٹ عطا فرمایا۔

معزز ناظرین اریزولیوشن مذکور کے الفاظ میں یا اس تحریر میں کیا کہیں خواجہ صاحب کا ذکر ہے۔ ہرگز نہیں۔ پس خواجہ صاحب نے اس امر کے اظہار میں جو محض اپنی شیخیت کے لئے کیا گیا ہے کہ میری ہی تحریک پر حضرت اقدس نے وہ تحریر لکھی تھی۔ سراسر جھوٹ بولا ہے

(باقی آئندہ پرچہ میں ملاحظہ ہو)

منکرین خلافت سے قطع تعلق کرلو

مجھے دریدہ دہن کہنے والے ازالہ اوہام میں اس حصہ کو پڑھیں۔ جہاں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس نکتہ چینی کا جواب دیا ہے۔ جو منکرین نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی سخت کلامی پر کی ہے ؎

حق کی لازمی مرارت ان کو بیمزہ کام کریگی۔ اس میں میرا کیا قصور ہے۔ جو لوگ سلسلہ خلافت سے وابستہ ہیں ان میں سے بعض بھولے بھالے بزرگ اب تک یہ سمجھتے ہیں کہ ہر چند یہ لوگ منکرین خلافت ہیں۔ اور سلسلہ کے تہ و بالا کرنے میں ان کی کارروائیاں طشت از بام ہو چکی ہیں۔ مگر پھر بھی وہ کہتے ہیں۔ کہ ان سے کچھ نہ کچھ تعلق رکھو ؎

میں اس قسم کے معاملات میں ہمیشہ اکسٹریمسٹ ہوں۔ اور یہ خیالات میں نے خود پیدا نہیں کئے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا اسوہ حسنہ یہی ہے۔ مخالفین ہدایت و مسیحیت اور ہمارے درمیان کیا کچھ امور بطور مشترک امر کے نہ تھے۔ کیا وہ عقائد اور ارکان اسلام کا اعتراف نہیں کرتے تھے؟ مگر پھر کیا یہ سچ نہیں۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنی جماعت کو لیکر بالآخر ان سے الگ ہو گئے۔ اور مذہبی معاشرتی اور قومی امور میں ان سے علیحدگی اختیار کر لی۔ یہاں تک کہ گورنمنٹ کو بھی یہی لکھا۔ کہ میری جماعت جو خونی مسیح اور خونی مہدی کا عقیدہ نہیں رکھتی۔ حقیقی وفادار ہے پھر اگر تم اس بات پر محض خوش ہو جاتے ہو۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی مجددیت کا یہ اقرار کرتے ہیں یا اپنے آپ کو احمدی کہتے ہیں۔ اس لئے ان سے الگ نہیں ہونا چاہیئے۔ تو اپنے عمل سے نعوذ باللہ تم خدا کے برگزیدہ نبی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ایک فعل کی ہتک ہی نہیں کرتے۔ اسے ناجائز ٹھہراتے ہو ؎

ہماری جماعت نے ایک وقت تک ان لوگوں سے تالیف قلب کا معاملہ کیا۔ کبھی ابتداء نہ کی۔ اور ان کی گالیوں سخن سازیوں کی پرواہ تک نہ کی۔ یہاں تک کہ حضرت امیر المومنین حضرت فضل عمر ایدہ اللہ تعالیٰ بنفس نفیس رئیس المنکرین کے پاس گئے۔ اور چاہا۔ کہ وہ دار الامان سے نہ جاوے۔ مگر انہوں نے

خوئے بدرا بہانہ بسیار

کے ماتحت قادیانی جماعت کو نعوذ باللہ فتنہ پرداز اور ناقض الامن قرار دیکر قانونی گرفت کے نیچے لانے کی کوشش کی۔ کہ وہ رئیس المنکرین کی جان لیں گے۔ قادیان کے مخالف تو اب تک مزے سے رہتے اور سلسلہ احمدیہ کے جسمانی فیوض ہسپتال مدرسہ وغیرہ سے فیض اٹھاتے رہیں۔ اور کوئی انہیں کچھ نہ کہے۔ مگر رئیس المنکرین کی زندگی خطرہ میں پڑ گئی۔ اس سے بڑھ کر ایک امن جو اور غریب مزاج قوم پر کیا حملہ ہوگا؟ ایک طرف تو انہیں لنگڑے کوڑے توڑنے والے اپاہج اور قاعدین کہا جاوے۔ اور دوسری طرف اس قسم کے شرمناک حملے ان پر کئے جاویں۔ پھر بھی کہا جاتا ہے۔ کہ ان سے تعلق رکھنا ضروری ہے ؎

میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ایک ہدایت جماعت کے فائدہ کے لئے لکھنا چاہتا ہوں۔ جو آپ نے ازالہ اوہام میں جماعت کو دی ہے۔ اس کے پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ جماعت میں ایسا وقت آنے والا تھا۔ کہ بعض لوگ مرتد اور مردود ہو جائیں گے۔ اور سلسلہ کے مقاصد اور اغراض کو چھوڑ کر اپنی نفسانی اغراض کو مد نظر بنا لیں گے۔ تو اب جبکہ بعض بدقسمت انسانوں نے اس پیشگوئی کو پورا کر دیا ہے۔ ہمارا فرض ہے کہ ان سے قطعی بیزاری اور علیحدگی کا اعلان کر دیں۔ اگر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ہدایات پر عمل کرنا ضروری ہے۔ تو آج ہی ان سے بالکل علیحدہ ہو جاؤ۔ ہاں اگر انہیں مصیبت زدہ پاؤ۔ وہ کسی طرح تمہاری ہمدردی سے فائدہ اٹھا سکیں وہ تو انسان ہیں۔ ایک کتے اور بلی سے ہمدردی۔ اور رحم کرنا انسانی ہمدردی کا تقاضا ہے۔ اعلیٰ جماعت کے ہر فرد کو اس کے لئے تیار رہنا چاہیئے۔ لیکن وہ تعلقات جو محبت ارادت اور دوستی کے ہیں۔ وہ ان سے قطع کر دینے ضروری ہیں۔ ورنہ یاد رکھو۔ کہ خدا کے حضور جوابدہ ہوگے ؎

قوموں کے بننے اور بگڑنے کا یہی راز ہے قوم کو بننے کے لئے اپنے بہت سے مالوفات چھوڑنے پڑتے ہیں اور وہ قومیں جو اللہ تعالیٰ کے فضل کے ماتحت بنتی ہیں اور مرسلین کے ذریعہ بنائی جاتی ہیں۔ ان کو تو بہت سی قربانیاں کرنی پڑتی ہیں۔ اپنے وطن۔ عزیز رشتہ دار اور اپنے اموال و مالوفات اور بعض اوقات جانوں تک کو دیدینا پڑتا ہے۔ کیا تم جو ایک کثیر جماعت بن گئے ہو۔ تم میں سے کوئی بھی ایسا فرد ہے۔ جس کو کوئی قربانی نہ کرنی پڑی ہو؟ ایک بھی نہیں۔ منکرین خلافت تو اپنی لغو قربانیوں پر ہی اتراتے ہیں۔ تم میں سے بعض غریب اور کمزور احباب بلکہ بعض ضعیف مستورات تک نے جو قربانیاں کی ہیں۔ ان کی نظیر ان بڑے پیٹوں اور جبوں میں نہ ملے گی۔

غرض آخر تم نے پہلے بھی کچھ چھوڑا ہے۔ ہمارے آپس کے موجودہ تعلقات ان پہلے تعلقات سے زیادہ نازک اور قوی تھے ہاں ایک ہی رنگ ان میں قوت اور نزاکت کا ہے کہ وہ محض خدا کے لئے ہیں۔ پس یہی رنگ ان کو توڑ دینے اور چھوڑ دینے میں سہولت بھی پیدا کرتا ہے۔ خدا کے لئے باہم محبت اور تعلق ہے۔ اور اگر کوئی خدا کے لئے محبت کے اب قابل نہیں۔ تو ہم

Digitized by Khilafat Library

اسے عضو بیکار سمجھ کر کاٹ دیں گے

Digitized by Khilafat Library

پس ہمدردی اور اخوت کے فلسفہ کے سمجھنے میں غلطی نہ کھاؤ۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اسوہ کو مد نظر رکھو۔ انہوں نے محض خدا کے لئے اپنی برادری اور رشتہ داروں سے بیزاری کا اعلان کر دیا۔ اور یہ کچھ ان کی اپنی ایجاد نہ تھی۔ وہ ابراہیم تھے۔ اسی سنت پر چلنا ضروری تھا ؎

ڈاکٹر عبد الحکیم نے کیا برا کیا۔ جو تم اس سے قطع تعلق کر چکے۔ یہی کہ وہ سلسلہ کے اغراض سے الگ ہو کر بالآخر مرتد ہو گیا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی پاک فراست اور خدا تعالیٰ کے عطا کردہ نور سے ایسے لوگوں کو دیکھ لیا ہے۔ اس لئے آپ نے ان سے الگ ہو جانے کی ہدایت کی۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں

"عزیزو! اپنے اس سلسلہ کے بھائیوں سے جو میری اس کتاب میں درج ہیں باستثنا اس شخص کے کہ بعد اس کے خدا تعالیٰ اس کو رد کر دیوے خاص طور سے محبت رکھو۔ اور جب تک کسی کو نہ دیکھو کہ وہ اس سلسلہ سے کسی مخالفانہ قول یا فعل سے باہر ہو گیا ہے تب تک اس کو اپنا ایک عضو سمجھو۔ لیکن جو شخص مکاری سے زندگی بسر کرتا ہے۔ وہ اپنی بدعہدیوں یا کسی قسم کے جور و جفا سے اپنے کسی بھائی کو آزار پہنچاتا ہے۔ دسادس و حرکات مخالف بیعت سے باز نہیں آتا وہ اپنی بدعملی کی وجہ سے اس سلسلہ سے باہر ہے۔ اس کی پرواہ نہ کرو" ؎ (اشاعۃ العلوم)

داد کا مرہم

دیکھئے جہاراجہ صاحب ریاست سنگرپور سے (ضلع بھاگلپور سے)
کیا کہتے ہیں

یہ دوسرا موقعہ ہے کہ آپ کے داد کے مرہم نے جادو کا اثر دکھایا۔ جس سے میں نے ہر دفعہ کی پریشانی سے نجات پائی میں مشکور ہوں اسکے مستعمال کرنے والے سبھی جناب مہاراجہ صاحب کیطرح مداح ہیں۔ کیونکہ تین ہی مراتب کے استعمال سے بغیر کسی تکلیف کے ایک دم اچھا کر دیتا ہے۔
قیمت فی ڈبیہ ہر حصہ نوٹ ایک سے ۴ تک ۸ر
ادویات ہر جگہ دکانداروں اور نیز ہمارے ایجنٹوں سے ملیگی خط
براہ راست کارخانہ سے طلب فرمایئے
ڈاکٹر ایس کے برمن ایچ ڈی ۱۵ و ۱۶ اسٹریٹ کلکتہ

صحت کیونکر حاصل کرنا

[illegible]

مندرجہ ذیل میں سے جو مناسب سمجھیں صرف ایک کارڈ لکھکر

Digitized by Khilafat Library

مفت

منگوا کر واقفیت حاصل کریں آپ اس کو دیکھکر خوش ہونگے

رسالہ امرت جسکے اندر دنیا میں نئی ایجاد تقریباً کل امراض کا ایک ہی علاج شبہم رمقبول عام دوائی ہے۔

امرت دھارا (رجسٹرڈ)

جو سرکاری رجسٹری ہو چکی ہے کا مفصل بیان ہے آپ کے دیکھنے کے قابل ہے۔ کسطرح ایک ہی دوائی اتنے فائدہ کر سکتی ہے دھوکے سے بچو امرت دھارا کا نسخہ سوائے پنڈت جی کے اور کوئی نہیں جانتا۔

رسالہ امراض مخصوصہ مردان مردوں کی مخفیہ امراض کے اسباب اور علاج آجکل کیحالت کا مکمل فوٹو پڑھنے تعلق کہتا ہے، گمشدہ طاقت کے مایوس مریض اس کو پڑھکر کہا کرتے ہیں کاش کہ ہم اس کو اول دیکھتے یہ چالیس صفحہ کا رسالہ بھی مفت ہے

فہرست ادویات دیش الیکارک دامرت دھارا و شدھالیہ یہ فہرست ادویات کے نام اور ان کے صرف ضروری اوصاف بتلاتی ہے اسکے اندر طبی کتب مصنفہ شریمان کوی دنود پنڈت ٹھاکر دت شرما دید موجد امرت دھارا و ایڈیٹر اردو، ہندی دیش الیکارک کی فہرست بھی موجود ہے۔

Digitized by Khilafat Library

طبی اخبار دیش الیکارک۔ اردو میں ہفتہ وار اور ہندی میں پندرہ روزہ ہے۔ ہندوستان بھر میں کوئی ہفتہ وار طبی اخبار سوائے اس کے نہیں ہے جسکو ذرا بھی حکمت کا خیال ہے یا حکمت کے ضروری اصول جاننے کی خواہش ہے وہ دیکھتے ہی اسکا ممبر بنجاتے ہیں نمونہ مفت ملتا ہے۔ قیمت سالانہ (بے اشتہاری) عرصہ ماہی ۱۲ر ہندی کی سالانہ قیمت ۸ر

نوٹ ایجنٹ بننے میں بڑا فایدہ ہے ہمارے لایق ایجنٹ بہت کماتے ہیں قواعد آسان ہیں

(خط وکتابت و تار کا پتہ) امرت دھارا لاہور۔

بچوں کی تندرستی!

والدین کیلئے ہمیشہ گھر سے تعلق خاطر موجب

ہوتا ہے۔ بچہ اگر تندرست نہ تو اس کو فوراً اسکاٹس ایملشن دینا چاہیئے اسکے دو دہ میں چند قطرے ملا کر دینے سے بچہ میں بڑا فرق ہو جاتا ہے جو تندرستی کی یقینی علامت ہے استعمال کے چند روز بعد نتیجہ معلوم ہو جاتا ہے

اسکاٹ اینڈ بون مینیوفیکچرنگ کمیسٹس لنڈن۔

سچائی کا جھنڈا

اشتہارونکی گرم بازاری مضمونوں کی تیزی وطراری مریضوں کی آہ وزاری آجکل وہ سماں دکھا رہی کہ الامان لیکن ہمارا کام صرف باتوں سے ہی نہیں چلتا بلکہ ہم پہلے مفت دوا دیتے ہیں اول آزماؤ پھر منگاؤ بھلا اس میں بھی دھوکا ہے۔ معجون طلسمی قوائے تناسل اور جوانی کی غلط کاریوں سے یہ امراض لاحق ہوتے ہیں میں نے اس مرض کیلئے یہ معجون تیار کی ہے جسکے چند روز کے استعمال سے امراض متعلقہ قوائے تناسل فوراً رفع ہوتے ہیں اور ہر ایک قسم کی شکایات کیلئے انشاء اللہ مفید ہے قیمت فی کس عہ طلائی طلسمی پیرانہ سالی کی وجہ سے اور جوانی کی غلط کاریوں سے یہ امراض لاحق ہوتے ہیں اور بعض اوقات خودکشی تک نوبت پہنچتی ہے۔ ہمارے اس طلاء سے فایدہ اوٹھائیں انشاء اللہ وہ ضرور اس کو مفید پائیں گے۔

سرمہ سلیمانی آنکھوں کی کل بیماریوں کو رفع کرنیوالا قوت بصارت بڑھانیوالا قیمت فی تولہ ۸ر

سلون دندان دانتوں کی کل بیماریوں کو رفع کرنیوالا قوت فی کس ۴ر

حکیم محمد حسین ولد حکیم سرفراز حسین مالک شفاخانہ احمدیہ ملیح گڈھ ضلع دہلی